وانك لعلى خلق عظيم

خُلقِ عظیم صلی اللہ علیہ وسلم

ڈاکٹر خالد علوی

www.KitaboSunnat.com

ادارۂ ادبِ اسلامی لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ...عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

خُلقِ عظیم صلی اللہ علیہ وسلم

ڈاکٹر خالد علوی

www.KitaboSunnat.com

ادارۂ ادبِ اسلامی لاہور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق بحق مولف محفوظ ہیں

نام کتاب	خلق عظیم
مولف	ڈاکٹر خالد علوی
ناشر	ادارہ ادب اسلامی لاہور
طابع	زیڈ اے پرنٹرز
تعداد	ایک ہزار
قیمت	۴۵ روپے
سن طباعت	ستمبر ۱۹۹۲ء
ملنے کا پتہ	۱۔ مکتبہ تعمیر انسانیت' اردو بازار' لاہور
	۲۔ 3/B شیخ زاید اسلامک سنٹر۔ لاہور

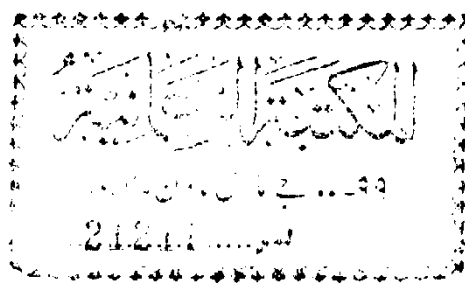

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ج

انتساب

علامہ شبلی نعمانیؒ نے برصغیر میں سیرت نگاری کو نیا منہاج دیا۔ میں اپنی اس کاوش کو احساس تشکر کے ساتھ ان کے نام منسوب کرتا ہوں۔

خالد علوی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فہرست مضامین | صفحہ

پیش لفظ	و
خلق عظیم	
خلق کی تعریف	۱
حسن خلق کی اہمیت	۳
تقوی اور حسن خلق	۹
اخلاقی اصول	۱۲
رضائے الٰہی	۱۲
توسط واعتدال	۱۲
خوف و رجاء	۱۷
عفو و انتقام	۲۰
عدل و احسان	۲۳
ہمدردی و خیر خواہی	۲۴
اخلاق محمدیؐ	
اجمالی تعارف	۲۷
حسن اخلاق کی تعریف	۳۰
مداومت عمل	۳۲
صفات لازمہ	۳۳
حیاء	۳۷
حلم و بردباری	۴۰
رفق و لطف	۴۲
تواضع	۴۴
سادگی و قناعت	۴۶
صفات متعدیہ	
شجاعت و استقلال	۵۱

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیانت و امانت	۵۵
عدل	۵۸
جود و سخا	۶۱
ایثار و مہمان نوازی	۶۵
ایفاء عہد	۶۷
عفو و درگذر	۷۰
دشمنوں سے سلوک	۷۳
شفقت و رحمت	۷۷
خواتین کے لئے	۷۸
بچوں کے لئے	۸۱
غلاموں کے لئے	۸۳
عام مخلوق کے لئے	۸۵
اختصار المراجع	۹۰
حواشی	۹۱
مراجع و مصادر	۱۰۸

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و

باسمہ سبحانہ

پیش لفظ

حیات انسانی پر جن عظیم شخصیات نے اپنی تاثیر چھوڑی ہے ان میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی بے مثال ہے۔ اس جامع کمالات ہستی نے انسانی زندگی کو ہمہ پہلو متاثر کیا ہے۔ انفرادیت و اجتماعیت ہو یا عبادت و معیشت' امن و جنگ ہو یا قانون و اخلاق' معاشرتی زندگی ہو یا سیاسی سرگرمی' ہر پہلو پر آپؐ کی گہری چھاپ دکھائی دیتی ہے۔ مومنین و معاندین میں سے بھی کسی نہ کسی طور آپ کی ذات سے وابستہ یا متعلق نظر آتے ہیں۔ آپ کی شخصیت کا نور ایک جہاں کو منور کر رہا ہے۔

افلت شموس الاولین و شمسنا

ابدا علی الافق العلی لا تغرب

اس ہمہ پہلو شخصیت کی تاثیرات کا تذکرہ صدیوں سے ہو رہا ہے اور قیامت تک ہوتا رہے گا۔ وابستگان دربار رسالت اپنے اپنے فہم اور اپنی اپنی استعداد کے مطابق ذکر رسولؐ میں مصروف ہیں۔ آپ کی سیرت ایک بحر ناپیدا کنار ہے جس کا احاطہ ناممکن ہے اور پھر فہم و فکر کی محدودتیں بھی تو ہیں۔ اس وسعت اور اس محدودیت کے باوجود ہر دور میں صاحبان ذوق حصول سعادت میں کوشاں رہے۔ کسی نے اپنی بساط کے مطابق سارے پہلوؤں کو بحث میں سمیٹنے کی کوشش کی تو کوئی ایک خاص پہلو پر ہی توجہ مرکوز کرنے لگا۔ کسی نے علم و تحقیق کا حق ادا کرنے کی کوشش کی تو کوئی عشق و وارفتگی میں ڈوبا ہوا نظر آیا اور بعض نے تو سادہ بیان پر ہی اکتفا کرتے ہوئے اپنے آپ کو ثناء خوانان مصطفیؐ میں شامل کر لیا۔ اس عاصی کو آنحضرؐ کی ذات ستودہ صفات سے جو تعلق ہے اس کی وجہ سے آپؐ کی سیرت سے متعلق کوئی نہ کوئی سرگرمی رہتی ہے۔ میں اگر سیرت کے سلسلے میں کچھ نہ پڑھوں' کچھ نہ لکھوں اور کچھ نہ کہوں تو ایسے لگتا ہے جیسے صحرا میں تشنہ لب پڑا ہوں۔ میں خدائے لم یزل کے سامنے سراپا امتنان ہوں کہ اس نے مجھے اظہار کے مواقع سے محروم نہیں رکھا اور یوں میں روحانی طور پر زندگی کے آثار محسوس کرتا ہوں۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ پچھلے کئی برسوں سے عمومی دعوت اسلامی کی سرگرمیوں کے باعث کچھ لکھ نہیں سکا۔ انسان کامل کو چھپے تقریباً اٹھارہ برس ہوئے اس پر نظرثانی بھی نہیں کر سکا۔ سیرت کے کئی پہلوؤں پر لکھنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی ضرورت بھی محسوس کی لیکن بوجوہ لکھ نہ سکا۔ وقت میں برکت کا مسئلہ بھی ہے اور غفلت و کوتاہی بھی کہ بارگاہ رسالت میں حاضری کے شرف سے محروم رہا۔ اس عرصہ میں بے شمار مضامین اور کتابیں مارکیٹ میں آئیں اور کئی اطراف پر علمی و تحقیقی کام چھپا اور بظاہر ایسا لگتا ہے کہ اب مزید کہنے کی ضرورت نہیں۔

انسان کامل مرتب کرتے وقت ذہن میں تھا کہ آپ کے اخلاق حسنہ پر لکھنا ہے۔ پی ایچ ڈی کرنے کے دوران شرح شمائل کا ایک مخطوطہ میسر آیا جسے تحقیق سے چھاپنے کا ارادہ تھا اور جو ہنوز ادھورے کام کے طور پر پڑا ہے۔ شمائل کے سلسلے میں مواد لکھنے کے بعد احساس پھر تازہ ہوا کہ آپؐ کے اخلاق حسنہ پر لکھا جائے۔ لیکن جب بھی مطبوعہ مواد پر نظر پڑی تو یہی خیال آیا کہ اب لکھنا محض تکرار ہے۔ کیونکہ موضوع پر بنیادی مواد مہیا کر دیا گیا ہے اور کسی اضافے کی گنجائش نہیں۔ اس موضوع پر جو کتابیں موجود ہیں ان کی فہرست پر نظر ڈالئے تو اندازہ ہو جائے گا کہ کتنا کام ہوا ہے۔ تکرار اور اخذ و انتخاب درست ہے مگر اس میں حصول سعادت کا پہلو تو ہے۔ مواد میں اختراع و ابداع تو نہیں ہو سکتا لیکن ترتیب و تنظیم اور زبان و بیان میں نیا انداز تو ہو سکتا ہے۔

کتب حدیث میں آپ کے اخلاق کے بارے میں مستقل ابواب ہیں جبکہ حیات طیبہ کے جملہ احوال کتب حدیث کے عمومی صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں۔ سیرت پر جو مستقل کتابیں تصنیف ہوئی ہیں ان میں اخلاق حسنہ کے بارے میں تفصیلی ابواب ہیں۔ آپ کے اخلاق و اداب پر مستقل تصنیف امام ترمذی متوفی ۲۷۹ھ کی الشمائل ہے۔ یہ کتاب اہل علم کے ہاں مقبول و متداول ہے اور محققین علماء نے اس پر شروح لکھی ہیں۔ صاحب کشف الظنون نے ان کی پوری تفصیل دی ہے۔ اسی طرح مشہور محدث ابو الشیخ ابن حیان اصفہانی متوفی ۳۶۹ھ کی کتاب اخلاق النبی وآدابہ ہے۔ جسے ابو الفضل عبداللہ بن محمد الصدیق نے تصحیح و تحقیق کے ساتھ ۱۳۷۸ء میں مصر سے شائع کیا اور اس کا دوسرا ایڈیشن احمد محمد مرسی نے اپنی تعلیقات اور تحقیق کے ساتھ ۱۳۹۱ء میں شائع کیا۔ حاجی خلیفہ نے ابو العباس جعفر بن محمد المستغفری متوفی ۴۳۲ھ کی کتاب شمائل النبی کا ذکر کیا ہے۔ اسی طرح ابو الحسن محمد ابن ابراہیم الفزاری المعروف بابن المقری الغرناطی متوفی ۵۵۲ھ کی کتاب الشمائل بالنور الساطع الکامل کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ ان کے علاوہ بھی شمائل پر کئی کتابیں لکھی گئیں جن کا تذکرہ فہارس کتب میں مل جاتا ہے۔ گویا آنحضورؐ کے اخلاق و اداب کے بارے میں علماء و فضلاء کی مستقل توجہ رہی ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اردو زبان میں اس موضوع پر جو کچھ لکھا گیا ہے اس میں قاضی سلیمان منصور پوری کی کتاب رحمتہ للعالمین کے خصوصی ابواب کے علاوہ سرفہرست علامہ شبلیؒ کی تصنیف سیرۃ النبی جلد دوم ہے۔ علامہ شبلیؒ نے سیرت و تاریخ میں جو منہاج کی بنیاد رکھی وہ آئندہ کام کرنے والوں کے لئے رہنمائی کا کام دے رہا ہے۔ یہ کہنا بے جا نہ ہو گا کہ سیرت پر کام کرنے والے ہر شخص نے کسی نہ کسی طرح علامہ شبلیؒ سے فیض حاصل کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ ہمارے ہاں اخلاق حسنہ پر نئی کتابیں موجود ہیں۔ جن میں سے چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ شمائل کبریٰ۔ مولانا ابو القاسم دلاوری (نظرثانی مولانا غلام رسول مہر) شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور ۱۹۶۳ء

۲۔ اخلاق رسول دو جلدیں۔ مولانا اخلاق حسین قاسمی۔ مکتبہ رشیدیہ کراچی ۱۹۸۳ء

۳۔ اخلاق النبی تصنیف حافظ ابو الشیخ اصفہانی۔ مترجم ڈاکٹر محمد احمد مختار قمر۔ دارا تصنیف جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی۔

اردو زبان میں اسلامی اخلاق پر جو عمومی کتابیں لکھی گئی ہیں ان میں سید سلیمان ندویؒ کی سیرۃ النبی کی جلد ششم خاص طور پر قابل ذکر ہے اس کے علاوہ مولانا محمد بخش کی تالیف کتاب الاخلاق مطبوعہ مکتبہ میری لائبریری لاہور' اور مولانا بدر الدین بدر کی جامع الاخلاق جسے مقبول اکیڈیمی لاہور نے شائع کیا ہے مفید کتابیں ہیں گو ان میں عمومی معلومات ہیں لیکن رسول کریمؐ کے اخلاق حسنہ کے بارے میں بھی معلومات موجود ہیں۔

اس احساس کے باوجود کہ کافی کتابیں موجود ہیں اس موضوع پر قلم اٹھانے کا بنیادی مقصد تو انسان کامل کی کمی کو پورا کرنا ہے۔ انسان کامل میں حضور اکرمؐ کی ذات گرامی کے حوالے سے مختلف پہلوؤں پر اختصار اور جامعیت کے ساتھ مواد ترتیب دیا گیا تھا تاکہ قاری کو ان پہلوؤں پر یکجا معلومات مہیا ہو جائیں۔ اختصار ہی اصل مقصود تھا ورنہ ہر پہلو کتاب کا متقاضی ہے۔ آپ کے اخلاق حسنہ کے بارے میں مواد ترتیب دیتے وقت بھی اختصار و جامعیت ملحوظ رہی۔ مرتب کو ہر لمحہ یہ دقت پیش آئی کہ صاحب خلق عظیم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کی وسعتیں اختصار کی تنگ دامانی میں کس طرح سمٹیں اس لئے مرتب نے یہ سعی کی ہے کہ جزئیات کی تفصیلی حکایت کی بجائے نمایاں اخلاقی صفات کا مختصر جائزہ پیش کرنے پر اکتفا کیا جائے۔ یقین جانیے اختصار کی تمام امکانی مساعی کے باوجود مقالے کا حجم بڑھ گیا اور غالباً یہ کتاب کا طویل تر باب ہو گا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسے الگ کتاب کی صورت میں شائع کرنے کا تمام کریڈٹ ادارہ علوم اسلامیہ کی چیئرپرسن ڈاکٹر جمیلہ شوکت کو جاتا ہے۔ انہوں نے نہ صرف اس کی الگ اشاعت کی طرف باصرار توجہ دلائی بلکہ مسودے کی تیاری اور حوالوں کی تلاش و ترتیب میں عملی تعاون بھی کیا۔ حوالوں کی تلاش محنت طلب کام ہے جو انہماک اور صبر و استقلال کے بغیر ممکن نہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔ ان کے تعاون اور محنت کے بغیر یہ کام تکمیل پذیر نہیں ہو سکتا تھا۔

سیرت و حدیث میرے محبوب موضوعات ہیں اور مجھے جب بھی مہلت ملی انہی کی طرف متوجہ ہوتا رہوں گا اور یہی پناہ گاہ بھی ہیں۔ خلق عظیم اس آرزو کی جزوی تکمیل ہے۔ بارگاہ رسالت کا خادم شفاعت کا آرزو مند ہے۔

خاکپائے رسولؐ
خالد علوی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خلق عظیم

خلق کی تعریف

خلق انسان کی اس عادت کا نام ہے جس کا اظہار بلا تکلف ہوتا ہے جیسا کہ امام غزالیؒ نے کہا ہے:

فالخلق عبارة عن ہیئة فی نفس راسخة عنها تصدر الاعمال بسهولة و یسر من غیر حاجة الی فکر و رویة(۱)	خلق نفس کی اس راسخ کیفیت کا نام ہے جس کے باعث اعمال بڑی سہولت اور آسانی سے صادر ہوتے ہیں۔ ان کے کرنے کے لئے سوچ بچار کے تکلف کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔

مشہور لغوی ابن منظور نے خلق کی تعریف کرتے ہوئے لکھا:

الخلق والخلق : السجیة --- وهوالدین والطبع والسجیة وحقیقته انه لصورة الانسان الباطنة و هی نفسه و اوصافها و معانیها المختصة بمنزلة الخلق لصورتها الظاهرة و اوصافها و معانیها(۲)	خلق اور خلق کا معنی فطرت اور طبیعت ہے انسان کی باطنی صورت کو مع اس کے اوصاف اور مخصوص معانی کے خلق کہتے ہیں جس طرح اس کی ظاہری شکل و صورت کو خلق کہا جاتا ہے۔

خلق کی جمع اخلاق ہے جو انسان کے مجموعہ اعمال کا نام بھی ہے اور مجموعی رویہ کا بھی۔ خلق یا اخلاق کا اطلاق ان ہی عادات و اعمال پر ہوگا جو پختہ ہوں اور جن کا صدور بلا تکلف ہو۔ وہ اعمال جو کسی انسان سے اتفاقاً صادر ہوتے ہیں یا کسی وقتی جذبہ یا عارضی جوش سے ظاہر ہوتے ہیں وہ کتنے اعلیٰ اور عمدہ ہی کیوں نہ ہوں خلق کہلانے کے مستحق نہیں۔ انسانی شخصیت کا انحصار اس کی ظاہری شکل و صورت کے علاوہ اس کے اخلاق و عادات پر بھی ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اخلاق و عادات ہی انسان ہے اور ان ہی سے اس کی شخصیت کا ظہور ہوتا ہے۔ بلاشبہ بعض خصوصیتیں جبلی ہوتی ہیں اور مختلف انسانوں میں صلاحیتوں کا فرق ہوتا ہے۔ جیسا کہ آنحضورؐ کے اس ارشاد سے واضح ہے:

الناس معادن کمعادن الذهب والفضة خیارهم فی الجاهلیة خیارهم فی الاسلام(۳)	لوگ کانیں ہیں جیسے سونے اور چاندی کی کانیں۔ ان میں سے جو لوگ جاہلیت میں پسندیدہ تھے وہ اسلام میں بھی نمایاں ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن انسانی اوصاف کو خصوصی تربیت سے ایک خاص نہج پر منظم و منضبط بھی کیا جا سکتا ہے انسانی معاشروں میں انبیاء و مصلحین کا یہی تعلیمی و تربیتی کردار ہے جس نے اچھے افراد' صالح جماعتیں اور پاکیزہ معاشرے پیدا کئے۔ انسانی کمالات کے عمدہ معیار یہی نفوس قدسیہ ہیں جن کے مطابق ہر دور میں عمدہ نمونے ڈھلتے رہے ہیں۔ دنیا میں محاسن اخلاق کا جو بھی سرمایہ ہے وہ صرف انہی مقدس ہستیوں کی وجہ سے ہے جو حسن اخلاق اور کمالات انسانی کا اعلیٰ پیکر تھے۔ انبیاءؑ کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ انہیں پروردگار عالم نے ایک خاص مقصد کے لئے تیار کیا۔ ان حضرات کی حیثیت تلامیذ الرحمٰن کی ہے جو فیوضات الہیہ سے مستفیض ہو کر انسانیت کے لئے نمونہ کمال کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ہر نبی و رسول نے اپنے اپنے دور میں اخلاق انسانی کے اعلیٰ معیارات قائم کر کے انسانیت کے لئے روشنی کا سامان مہیا کیا۔ انسانی افراد اور معاشروں پر بے شمار لوگ اثر انداز ہوتے ہیں اور انسان کی اثر پذیری کی وجہ سے اوصاف و اعمال کے لاتعداد نمونے تشکیل پاتے رہے ہیں لیکن جو حیثیت انبیاء کو حاصل ہے وہ کسی اور کو میسر نہ آ سکی۔ انبیاء کی پیروی میں اللہ کے صالح بندوں نے تزکیہ نفوس اور تطہیر قلوب کا سلسلہ جاری رکھا جس سے خلق خدا کو بہت فائدہ پہنچا۔ امام غزالیؒ نے حسن خلق کے حوالے سے بہت عمدہ بحثیں کی ہیں(۴)۔ انہوں نے خلق کی تعریف کے حوالے سے بات کرتے ہوئے دو نقطہ ہائے نظر بیان کئے ہیں۔ ایک نقطہ نظر یہ ہے کہ جس طرح انسان کا ظاہری ناک نقشہ ہے جسے خلق کہتے ہیں اسی طرح انسان کی ایک باطنی صورت ہے جسے خلق کہتے ہیں۔ جس طرح انسان کی ظاہری صورت میں تبدیلی ممکن نہیں اسی طرح انسان کی باطنی صورت میں بھی تبدیلی ممکن نہیں۔ دوسرا نقطہ نظر یہ ہے کہ انسان کے جذبات و خواہشات پر قابو پا کر اس کی باطنی قوتوں کی مناسب تنظیم سے اس کے اندر تبدیلی پیدا کی جا سکتی ہے اور اس تبدیلی کا نام حسن خلق ہے۔ اگر یہ تبدیلی ممکن نہ ہوتی تو تعلیم و تربیت' وعظ و نصیحت اور انبیاء و صلحاء کی کاوشیں سب شغل بیکاری ہوتا اور حضور یہ نہ فرماتے: "حسنوا اخلا قکم" یعنی اپنے اخلاق کو بہتر بناؤ۔ امام غزالیؒ اپنے تجربے و مشاہدے کی بناء پر دوسرے نقطہ نظر کو ترجیح دیتے ہیں(۵)۔ بلاشبہ انسانی صلاحیتیں مختلف ہیں اور تغیر پذیری و اثر پذیری میں سہولت و دقت کے فرق موجود ہیں لیکن اس بات سے انکار مشکل ہے کہ انسان کے اندر تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں کبھی وقتی و حادثاتی اور کبھی تدریجی و ارتقائی۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان اثر پذیری کی صلاحیت ضائع کر بیٹھتا ہے مگر یہ حقیقت ہے کہ خالق انسان نے اس کے اندر تغیر پذیری کی صلاحیت رکھی ہے۔ یہ تغیر رضاکارانہ طور پر بھی ہوتا ہے جو آزادانہ ہوتا ہے اور تربیتی نظام کی حد بندیوں سے بھی' تربیتی نظام کے لئے ماحول اور معاشرہ کارگر ثابت ہوتا ہے جبکہ آزادانہ تغیر کے لئے جہاں سلامتی طبع کی استعداد کام آتی ہے وہاں کسی طاقتور شخصیت کا اسوہ و نمونہ بھی بہت بڑا سبب بنتا ہے۔ ہم اوپر نفوس قدسیہ کا ذکر کر آئے ہیں جو اپنی شخصیتوں کی نورانیت سے قدوہ و مثال کی حیثیت اختیار کر گئے۔ انبیاء علیہم السلام کی برگزیدہ ہستیاں تربیت نفوس کے لئے روشنی کے معیار تھے۔ شاہ ولی اللہؒ نے اخلاق اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کی غرض و غایت کے بارے میں مفصل بحث کی ہے' ان کا انداز حکیمانہ ہے اور منفرد' فرماتے ہیں: "یہ واضح رہے کہ شارع نے انسان کو ایجاب و تحریم کا جن اعمال کی بنا پر مکلف بنایا ہے وہ "اعمال" ہیں جن کی تحریک' نفس کی ان کیفیات کے ذریعہ ہوتی ہے جو عالم آخرت میں نفس کے لئے مفید یا مضر ثابت ہوں گی۔ اس قسم کے اعمال سے دو طرح کی بحث کی جاتی ہے ایک اس حیثیت میں کہ عام انسان انہیں اختیار کرتے ہیں اور وہ ظاہری اعمال ہیں۔۔۔۔ اور دوسرے وہ انسانی نفوس کو مہذب بنانے کا ذریعہ ہیں لہٰذا ان اعمال سے جو ملکات فاضلہ مقصود ہیں ان تک نفس کو پہنچانے کا آلہ ہیں۔ پہلا علم شریعت ہے اور دوسرے کو علم الاحسان کہتے ہیں اور صاحب منازل کا کہنا ہے کہ "خلق" انسان کی اس کیفیت کا نام ہے جو اس کی طبیعت سے مختلف اوصاف و حالات کو جدوجہد کر کے اپنی جانب راجع کرے(۶)۔

حضور اکرمؐ کی ذات گرامی چونکہ اس نمونہ کمال کی آخری منزل ہے اور آنے والی انسانی نسلوں کے لئے دستیاب تنہا معیار ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کے ذاتی و نبوی اوصاف و کمالات کی حفاظت کی۔ امت مسلمہ کی برگزیدہ ہستیوں نے نبی کریمؐ کے احوال و اوصاف کو محفوظ کرنے اور موثقہ ذرائع سے انہیں آگے منتقل کرنے کا عظیم الشان کام کیا ہے۔ آنحضورؐ کے اخلاقی کمالات کو بہ تفصیل ذکر کیا ہے۔ قبل اس کے کہ ہم ان تفصیلات کا بیان کریں ہم حسن خلق کی اہمیت اور اسلام میں اس کی حیثیت کا ذکر کریں گے۔

حسن خلق کی اہمیت

حسن خلق کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ اللہ نے خاتم النبیینؐ کو اس صفت سے متصف گردانا ہے اور سوء خلق کے تمام پہلوؤں کی آپؐ سے نفی فرمائی ہے۔ ارشاد باری ہے:

و ان لک لاجرا غیر ممنون و انک لعلی خلق عظیم (۷)	بلاشبہ آپؐ کا اجر کبھی نہ ختم ہونے والا ہے اور بلاشبہ آپؐ اخلاق کے بلند ترین مرتبے پر فائز ہیں۔

قرآن حضور اکرمؐ کو اعلیٰ ترین اخلاقی صفات سے متصف کرتے ہوئے اعلان کرتا ہے:

لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم حریص علیکم بالمومنین رووف رحیم (۸)	تمہارے پاس تمہیں میں سے ایک رسول آئے ہیں انہیں تمہاری تکلیف گراں گذرتی ہے ان کو ہر لحظہ تمہاری بھلائی کا خیال ہے اور وہ ایمان والوں پر بہت شفیق و مہربان ہیں

اس آیت میں حضور اکرمؐ کی جس مہربانی اور شفقت و محبت کا ذکر کیا گیا ہے اسے زیادہ وضاحت کے ساتھ ایک اور جگہ نہ صرف آپؐ کی شفقت و نرمی کا ذکر کیا ہے بلکہ درشتی و سختی کی نفی بھی کی ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فبما رحمته من الله لنت لهم ولو كنت فظا غليظ القلب لا نفضوا من حولک (۹)

اللہ کی عنایت سے آپؐ ان لوگوں کے لئے نرم ہیں اور اگر آپؐ کہیں سخت کلام اور سخت دل ہوتے تو لوگ آپؐ کے گردو پیش سے ہٹ جاتے۔

جس طرح قرآن پاک حیات انسانی کے لئے ایک مکمل ہدایت ہے اسی طرح حضور اکرم کی ذات گرامی ایک مکمل نمونہ' قرآن نے اگر آپؐ کو اسوہ حسنہ (۱۰) کہا ہے تو آپؐ کی حیات طیبہ کا اولیں مشاہدہ کرنے والوں نے آپؐ کے اخلاق کو قرآن کا نمونہ قرار دیا ہے۔ ام المومنین عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ آپ نے ایک صحابی کے سوال پر فرمایا:

ان خلق رسول الله كان القران (۱۱)

رسول اللہ کا خلق قرآن تھا۔

آپؐ نے اپنی بعثت کی غرض وغایت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

بعثت لا تمم حسن الاخلاق (۱۲)

میں حسن اخلاق کی تکمیل کے لئے بھیجا گیا ہوں

ایک اور روایت میں یہ مقصد زیادہ واضح الفاظ میں بیان کیا گیا ہے:

انما بعثت لا تمم مكارم الاخلاق (۱۳)

میں تو اسی لئے بھیجا گیا ہوں کہ مکارم اخلاق کی تکمیل کروں۔

ابو ذر کے بھائی انیس نے نبی کریم کے بارے میں معلومات حاصل کرنے اور مشاہدہ کرنے کے بعد جو رپورٹ دی تھی اس کے الفاظ میں مکارم اخلاق کا ذکر موجود ہے۔ انہوں نے کہا تھا:

رايته يامر بمكارم الاخلاق (۱۴)

میں نے انہیںؐ لوگوں کو اخلاق حسنہ کی تعلیم دیتے دیکھا۔

حضور نبی کریمؐ اخلاق کے اعلیٰ معیار پر تھے اور مکی دور کی پر از مشکلات زندگی میں آپؐ نے اخلاق حسنہ کا نہ صرف عملی ثبوت دیا بلکہ اس کی تبلیغ بھی کی۔ حضرت جعفر طیارؓ نے شاہ حبشہ کے دربار میں اس کا ذکر کیا اور ابو سفیان نے قیصر روم کے سامنے اس کا اعتراف کیا (۱۵)۔ اس کے باوصف آپؐ نے اپنی دعاؤں میں اللہ سے حسن خلق مانگا ہے۔ تقرب واستجابت کے ان مواقع پر حسن اخلاق کی دعا مانگنا اس کی اہمیت کا پتہ دیتا ہے۔ کتب حدیث میں منقول دعاؤں میں یہ دعا قابل غور ہے۔ یہ الفاظ ایک طویل دعا کا حصہ ہیں:

واهدني لا حسن الاخلاق لا يهدي لا حسنها الا انت و اصرف عني سيئها لا يصرف عني سيئها الا انت (۱۶)

میرے رب میری سب سے اچھے اخلاق کی طرف راہنمائی فرما تیرے سوا اچھے اخلاق کی راہ کوئی نہیں دکھا سکتا اور برے اخلاق کو مجھ سے دور کر دے اور انہیں تیرے سوا کوئی اور دور نہیں کر سکتا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حسن اخلاق کی اہمیت کا اندازہ آپؐ کے ان ارشادات سے بھی ہوتا ہے جو آپؐ نے وقتاً فوقتاً فرمائے اور کتب حدیث میں انہیں نقل کیا گیا ہے۔ مثلاً آپؐ نے حسن اخلاق کو ایمان کی تکمیل قرار دیا ہے۔

اکمل المومنین ایمانا احسنھم خلقا (۱۷)

مسلمانوں میں کامل ایمان اس کا ہے جس کا خلق سب سے اچھا ہے۔

قرآن پاک نے مومنین کا ذکر کرتے ہوئے ایمان کے جن عملی نتائج و آثار کا ذکر کیا ہے ان میں اخلاق حسنہ بھی شامل ہیں۔ ایمان چونکہ اندر کی بات ہے اس لئے اس کا علم دوسرے کو حاصل نہیں ہوتا۔ دوسرا شخص تو اعمال و اخلاق سے اندازہ کر سکتا ہے اس لئے قرآن نے ایمان کی تکمیل کے لئے اخلاقی اعمال کا ذکر کیا ہے اور یہ وہی بات ہے جس کی طرف حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے۔

اللہ تعالٰی فرماتے ہیں:

قد افلح المومنون الذین ھم فی صلاتھم خاشعون والذین ھم عن اللغو معرضون والذین ھم للزکوۃ فاعلون ۔ والذین ھم لفروجھم حافظون (۱۸) --- والذین ھمْ لا منتھم و عھدھم راعون(۱۹)

وہ مومن یقیناً کامیاب ہیں جو اپنی نماز میں عاجزی کرنے والے ہیں اور جو لغو سے منہ پھیرنے والے ہیں اور زکواۃ دینے والے ہیں اور جو اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں اور جو اپنی امانتوں اور اپنے وعدوں کا لحاظ رکھنے والے ہیں۔

عبادت کو جو اہمیت حاصل ہے اس کی وضاحت کے لئے کتاب و سنت کی نصوص کافی ہیں اور بالخصوص نماز و روزہ کی اہمیت و فضیلت پر تو قرآن و سنت شاہد ہیں لیکن آپؐ کے ایک ارشاد سے ظاہر ہوتا ہے کہ رات بھر کی عبادت اور نفلی روزوں کی مشقت سے انسان جو درجہ حاصل کرتا ہے وہ حسن خلق سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ خلق خدا کے لئے اچھے رویوں سے انسان وہ رضا حاصل کرتا ہے جو خالق کی عبادت سے حاصل کرنے کی توقع کرتا ہے۔ آنحضرت سے منقول ہے:

ان الرجل لیدرک بحسن خلقہ درجتہ قائم اللیل و صائم النھار (۲۰)

انسان حسن اخلاق سے وہ درجہ پا سکتا ہے جو دن بھر روزہ رکھنے اور رات بھر عبادت کرنے سے حاصل ہوتا ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے:

ما من شئی یوضع فی المیزان اثقل من حسن الخلق فان صاحب حسن الخلق لیبلغ بہ درجتہ صاحب الصوم والصلوۃ (۲۱)

(قیامت کی) ترازو میں حسن خلق سے زیادہ بھاری کوئی چیز نہ ہو گی کہ حسن خلق والا اپنے حسن خلق سے ہمیشہ کے روزہ دار اور نمازی کا درجہ حاصل کر سکتا ہے۔

آنحضرتؐ کے ارشادات سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ آپؐ نے اخلاق حسنہ کو معیار فضیلت کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طور پر پیش کیا' مثلاً :

ان خیارکم احسنکم اخلاقا (۲۲) — تم میں سب سے اچھا وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔

دوسری روایت کے الفاظ ہیں:

ان من خیرکم احسنکم خلقا (۲۳) — بلاشبہ تم میں سے بہتر وہ ہے جو خلق کے لحاظ سے اچھا ہے۔

ان احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام کی میزان میں حسن اخلاق سے زیادہ گراں کوئی چیز نہیں معلم اخلاق نے حسن اخلاق کی فضیلت اور اہمیت کو مختلف طریقوں اور متنوع پیرایوں میں بیان کیا۔ آپؐ سے مروی ہے:

خیر ما اعطی الناس خلق حسن (۲۴) — لوگوں کو اللہ کی طرف سے جو کچھ عطا ہوا اس میں سب سے بہتر اچھا خلق ہے۔

جس طرح اس حدیث میں حسن خلق کو سب سے بڑی نعمت الٰہی قرار دیا گیا اسی طرح بعض دیگر احادیث میں حسن خلق کو حب الٰہی اور حب رسول کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے۔ اللہ کی محبوبیت اور رسول اللہؐ کا قرب حسن اخلاق کے ذریعے حاصل ہو سکتا ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا:

احب عباداللہ الی اللہ احسنھم اخلاقا (۲۵) — اللہ کے بندوں میں سب سے پیارا وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔

قرب رسولؐ کے ذریعہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

ان احبکم الی و اقربکم منی فی الاخرۃ مجلسا محاسنکم اخلاقا و ان ابغضکم الی و ابعدکم منی فی الاخرۃ مساویکم اخلاقا (۲۶) — تم میں میرا سب سے زیادہ محبوب اور آخرت میں نشست میں مجھ سے قریب تر وہ ہیں جو تم میں خوش خلق ہیں اور مجھے ناپسندیدہ اور آخرت میں مجھ سے دور وہ ہوں گے جو تم میں بد اخلاق ہیں۔

قرآن پاک نے اخلاق حسنہ کی جو فہرست دی ہے وہ مختلف مقامات پر بکھری ہوئی ہے لیکن انہیں جس انداز سے ذکر کیا گیا ہے اس سے ان کی اہمیت واضح ہوتی ہے مثلاً جہاں اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کا بیان ہے یا باری تعالیٰ کے لئے بندوں کے پسندیدہ اوصاف کا ذکر ہے ان میں اخلاق حسنہ بہت نمایاں ہیں۔ سورہ فرقان میں ارشاد ہوا ہے:

و عباد الرحمن الذین یمشون علی الارض ھونا واذا خاطبھم الجاھلون — اور رحم والے خدا کے بندے وہ ہیں جو زمین پر دبے پاؤں چلتے ہیں اور جب نا سمجھ لوگ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قالوا سلما ۔ والذین یبیتون لربھم سجدا وقیاما ۔ والذین یقولون ربنا اصرف عنا عذاب جھنم ان عذابھا کان غراما ۔ انھا ساء ت مستقرا و مقاما ۔ والذین اذا انفقوا لم یسرفوا ولم یقتروا وکان بین ذلک قواما ۔ والذین لایدعون مع اللہ الھا اخر ولا یقتلون النفس التی حرم اللہ الا بالحق ولا یزنون و من یفعل ذلک یلق اثاما۔ . . . والذین لایشھدون الزور واذ مروا باللغو مروا کراما ۔ والذین اذا ذکروا بایات ربھم لم یخروا علیھا صما و عمیانا ۔ والذین یقولون ربنا ھب لنامن ازواجنا و ذریتنا قرۃ اعین و اجعلنا للمتقین اماما۔ (۲۷)

ان سے بات کریں تو وہ سلام کہیں اور جو اپنے پروردگار کی عبادت کی خاطر قیام اور سجدہ میں رات گذارتے ہیں اور جو کہتے ہیں‘ ”کہ اے ہمارے پروردگار ہم سے جہنم کا عذاب دور کر کہ اس کا عذاب بڑا تاوان ہے‘ اور جہنم برا ٹھکانا اور مقام ہے‘ اور جو خرچ جب کرتے ہیں تو نہ فضول خرچی کریں اور نہ تنگی کریں۔ بلکہ ان دونوں کے بیچ سے وہ سیدھے گزریں‘ اور جو خدا کے ساتھ کسی اور خدا کو نہیں پکارتے‘ اور جو کسی جان کا بے گناہ خون نہیں کرتے جس کو خدا نے منع کیا ہے اور نہ بدکاری کرتے ہیں کہ جو ایسا کرے گا وہ گناہ سے پیوستہ ہو گا۔ اور جو جھوٹے کام میں شامل نہیں ہوتے اور جب کسی لغویات پر گزر رہے ہوں تو سنجیدگی اور وقار سے گزر جاتے ہیں اور جب خدا کی نشانیاں ان کو سنائی جائیں تو وہ اندھے اور بہرے نہ ہو پڑیں اور یہ دعا مانگتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو ہمارے بیوی بچوں سے آنکھ کی ٹھنڈک بخش‘ اور ہم کو پرہیز گاروں کا پیشوا بنا۔“

ان آیات کا ایک ایک لفظ اخلاقی تعلیمات کا جہاں سمیٹے ہوئے ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں اور اس کی بارگاہ میں شرفِ قبولیت حاصل کرنے والے مومنین خاص صفات کے حامل ہوتے ہیں۔ قرآن نے ان کی صفات کا تذکرہ کرتے ہوئے جو نقشہ کھینچا ہے وہ اخلاق کی تصویر نظر آتی ہے۔ ارشاد باری ہے:

وعلی ربھم یتوکلون ۔ والذین یجتنبون کبئرالاثم و الفواحش واذا ما غضبوا ھم یغفرون ۔ والذین استجا بوا

اور وہ اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں اور جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے پرہیز کرتے ہیں‘ اور جو غصہ کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لربهم واقاموا الصلوة و امرهم شوری بینهم و مما رزقنهم ینفقون والذین اذا اصابهم البغی هم ینتصرون - وجزاء سیئة سیئة مثلها فمن عفا و اصلح فاجره علی الله انه لا یحب الظلمین - ولمن انتصر بعد ظلمه فاولئک ما علیهم من سبیل انما السبیل علی الذین یظلمون الناس و یبغون فی الارض بغیر الحق اولئک لهم عذاب الیم- و لمن صبر و غفر ان ذلک لمن عزم الامور (۲۸)

حالت میں معاف کرتے ہیں اور اپنے پروردگار کی پکار کا جواب دیتے ہیں' نماز ادا کرتے ہیں' اور ان کے کام باہم مشورہ سے ہوتے ہیں اور ہم نے ان کو جو دیا ہے اس میں سے کچھ خدا کی راہ میں دیتے ہیں اور جب ان پر چڑھائی ہو تو وہ بدلہ لیتے ہیں اور برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے تو جو کوئی معاف کر دے اور نیکی کرے تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہے۔ وہ ظلم کرنے والوں کو پیار نہیں کرتا' اور اگر کوئی مظلوم ہو کر بدلہ لے لے تو اس پر کوئی ملامت نہیں ملامت تو ان پر ہے جو لوگوں پر از خود ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق فساد مچاتے ہیں ان کے لئے بڑا دردناک عذاب ہے اور بے شبہ جو مظلوم ہونے پر بھی ظالم کو معاف کر دے' سہہ لے تو یہ ہمت کے کام ہیں۔"

اعدت للمتقین الذین ینفقون فی السراء والضراء والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس والله یحب المحسنین (۲۹)

جنت ان پرہیز گاروں کے لئے تیار کی گئی ہے جو خوشی اور تکلیف دونوں حالتوں میں خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور جو غصہ کو دباتے ہیں اور لوگوں کو معاف کرتے ہیں اور خدا اچھے کام کرنے والوں کو پیار کرتا ہے۔

ویطعمون الطعام علی حبه مسکینا ویتیما (۳۰)

اور کھانے کی خود ضرورت ہوتے ہوئے مسکین' یتیم اور قیدی کو کھلا دیتے ہیں۔

کوئی شخص اگر سرسری نظر سے بھی دیکھے گا تو عفو و درگزر' میانہ روی' ایفائے عہد' پاک دامنی اور راست بازی' اتفاق' صداقت و امانت وغیرہ جیسے اخلاق حسنہ اہل ایمان و اخلاص کے اوصاف ہیں۔ اسی طرح رذائل کی فہرست میں سے قتل و خونریزی' بدکاری و فریب کاری' جھوٹ اور ظلم وغیرہ کی مذمت سے نفی کر کے اخلاق حسنہ کی اہمیت کو دوگنا کر دیا گیا۔ مذکورہ بالا آیات پر غور کرنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں ہو گا کہ حسن خلق کو اللہ کے ہاں کتنی اہمیت حاصل ہے۔ وہ اپنے بندوں کو ان اخلاق سے متخلق دیکھنا چاہتا ہے اور جو لوگ اس کی توفیق سے ان اوصاف کے حامل ہیں ان کو جنت کی بشارتیں دیتا ہے۔

تقوی اور حسن خلق

جس طرح ایمان اور حسن خلق لازم و ملزوم ہیں اسی طرح تقوی اور حسن خلق بھی۔ تقوی انسان کی اس باطنی کیفیت کا نام ہے جو نیکی پر آمادہ کرتی ہے اور گناہ سے روکتی ہے۔ نبی کریم نے سینے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ تقوی یہاں ہے(۳۱)۔ اس قلبی کیفیت کا مظہر حسن خلق ہے قرآن پاک نے متقین کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ایک جامع تصویر کھینچی ہے:

لیس البر ان تولوا وجوھکم قبل المشرق والمغرب ولکن البر من امن باللہ والیوم الاخر والملئکتہ والکتب والنبیین واتی المال علی حبہ ذوی القربے والیتمی والمساکین وابن السبیل والسائلین و فی الرقاب واقام الصلوۃ واتی الزکواۃ والموفون بعھدھم اذا عاھدوا والصبرین فی الباساء والضراء وحین البلس اولئک الذین صدقوا واولئک ھم المتقون۔ (۳۲)

نیکی یہی نہیں ہے کہ تم نماز میں اپنا منہ پورب یا پچھم کی طرف کرو' بلکہ اصل نیکی اس کی ہے' جو خدا پر' قیامت پر' فرشتوں پر' کتاب پر اور پیغمبروں پر ایمان لایا' اور مال کی خواہش کے باوجود (یا خدا کی محبت کے سبب سے) اپنا مال رشتہ داروں کو یتیموں کو' غریبوں کو' مسافروں کو مانگنے والوں کو اور غلاموں کے آزاد کرنے میں دیا اور نماز ادا کرتا رہا اور زکواۃ دیتا رہا اور جو وعدہ کر کے اپنے وعدہ کو پورا کرتے ہیں اور جو مصیبت' تکلیف اور لڑائی میں ثابت قدم رہتے ہیں۔ یہی وہ ہیں جو راستباز ہیں' اور یہی تقوی والے ہیں۔

قرآن و سنت کی نصوص سے واضح ہو گیا ہے کہ حسن خلق کو دینی زندگی میں خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ ایمان تقوی' خیر اور بھلائی سب کسی نہ کسی طرح حسن خلق کے ساتھ مربوط ہیں۔ اسی لئے تو آپؐ نے فرمایا تھا:

البر حسن الخلق والاثم ما حاک فی صدرک وکرھت ان یطلع علیہ الناس (۳۳)

بھلائی حسن خلق ہے اور گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں چبھے اور تجھ کو برا لگے کہ لوگ اس سے مطلع ہوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس طرح آپؐ نے مومن اور منافق کے فرق کو واضح کرتے ہوئے فرمایا:

المومن غر کریم والفاجر خب لئیم (۳۴)	مومن سادہ اور سخی جبکہ فاجر فریبی اور بخیل ہوتا ہے۔

حضور اکرمؐ نے جہاں اخلاق کی اہمیت کو واضح کیا وہاں بنیادی اصول بھی مہیا فرمائے' وہ اصول جن کی بنیاد پر اخلاق کے حسن و قبح کا فیصلہ ہو سکتا ہے۔ یہ درست ہے کہ اخلاق کی ایک فہرست تمام مذاہب اور جملہ انسانی معاشروں میں مشترک رہی ہے یہ وہ ابدی اخلاقی فضائل ہیں جنہیں انسانوں کا ہر معاشرہ قبول کرتا ہے اور انہیں اپنانے کی کوشش کرتا ہے۔ اسلام ان کی آفاقی صداقتوں کو تسلیم کرتا ہے۔ اسی طرح اسلام انسانی ضمیر کی آواز اور فطرت کی پکار کو بھی تسلیم کرتا ہے۔ خالق کائنات نے قلب انسانی کے اندر ایک فطری صلاحیت ودیعت کی ہوتی ہے اگر وہ اسے ضائع نہ کر بیٹھے تو اسے وقتاً" فوقتاً" اعتدال کی راہ دکھاتی رہتی ہے۔ قرآن اس صلاحیت کی بات بھی کرتا اور اس کے تنبیہی کردار کی طرف بھی توجہ دلاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فالهمها فجورها وتقوها (۳۵)	ہر نفس میں اس کی نیکی اور بدی الہام کر دی ہے۔
بل الانسان على نفسه بصيرة ولو القى معاذيره (۳۶)	بلکہ انسان اپنے نفس پر آپ سمجھ بوجھ ہے اگر چہ وہ اپنے اوپر طرح طرح کے بہانوں (کے پردے) ڈال دیتا ہے۔

فطرت انسانی کے اندر موجود نیکی کا داعیہ اسے انحراف کا احساس دلاتا رہتا ہے اور راست روی پر آمادہ کرتا رہتا ہے۔ قرآن نے اس کی قسم کھائی ہے۔

ولا اقسم بالنفس اللوامة (۳۷)	اور قسم کھاتا ہوں اس نفس کی جو انسان کو اس کی برائیوں پر ملامت کرتا ہے۔

انسان کی باطنی آواز کو نہ صرف پہچانتا ہے بلکہ اس کے استحکام و ضیاع کی طرف توجہ بھی دلاتا ہے۔ احساس مرنہ جائے تو یہ باطنی صلاحیت فیصلہ کن حیثیت کی مالک ہوتی ہے۔ حضور اکرمؐ نے وابصہ بن معبد کے سوال پر اسے گناہ کی حقیقت اور معصیت کا فلسفہ بڑے سادہ اور عام فہم انداز میں سمجھا دیا۔ شاید اس انداز سے کوئی محقق فلسفی بھی کوشش کرنے کی جرات نہ کر سکے بلکہ یقیناً ایسا نہ کر سکے۔

يا وابصة استفت قلبك واستفت نفسك البر ما اطمان اليه القلب و اطمانت اليه النفس والاثم ما حاك في القلب و تردد	اے وابصہؓ اپنے دل سے پوچھا کر اور اپنے نفس سے رائے لیا کر۔ نیکی وہ ہے جس سے دل اور نفس میں طمانیت پیدا ہو اور گناہ وہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فی النفس و ان افتاک الناس (۳۸) — ہے جو دل میں کھٹکے اور نفس کو اوھیڑبن میں ڈالے' اگرچہ لوگ تجھے اس کا کرنا جائز ہی کیوں نہ بتائیں۔

قلب کی یہ صلاحیت اور باطن کی یہ آواز انسانی کردار میں اپنا رول ادا کرتی رہتی ہے لیکن انسان اگر اس کی حفاظت نہ کرے تو یہ آواز مدھم ہو سکتی اور صلاحیت مٹ سکتی ہے۔ اسے زندہ رکھنے یا مٹانے میں انسان کا انفرادی ارادہ بہت اہمیت رکھتا ہے گو معاشرتی ماحول اور اجتماعی احوال بھی مثبت و منفی تاثیرات رکھتے ہیں۔ حضور اکرمؐ نے اس صلاحیت کی بقاء و ضیاع کو ایک پر حکمت طریق سے سمجھایا ہے۔

ان العبد اذا اخطا خطیئۃ نکتت فی قلبہ نکتۃ سوداء فاذا ھو نزع واستغفر و تاب صقل قلبہ وان عاد زید فیھا حتی تعلو قلبہ (۳۹) — بندہ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کے دل میں داغ کا ایک سیاہ نکتہ پڑ جاتا ہے تو اگر اس نے پھر اپنے آپ کو علیحدہ کر لیا اور خدا سے مغفرت مانگی اور توبہ کی تو اس کا دل صاف ہو جاتا ہے اور اگر اس نے پھر وہی گناہ کیا تو وہ داغ بڑھ جاتا ہے اور یہاں تک کہ وہ پورے دل پر چھا جاتا ہے۔

اس کے بعد فرمایا یہی وہ زنگ ہے جس کا ذکر اس آیت کریمہ میں موجود ہے:

کلا بل ران علی قلوبھم ما کانوا یکسبون (۴۰) — کبھی نہیں بلکہ ان کے (برے) کاموں کی وجہ سے ان کے دلوں پر زنگ چھا گیا۔

معلم اخلاقؐ کی یہ تعبیر حیات انسانی کے دینی تجربوں میں منفرد حیثیت رکھتی ہے کیونکہ عام طور پر گناہ کے تاریک اثرات کو زائل کرنے اور فطری صلاحیت کو برقرار رکھنے کی کوئی مثال نظر نہیں آتی۔ مختلف مذاہب نے انسان کو اذیتوں کے ایک سلسلے سے گذار کر باطنی طور پر پاکیزہ رکھنے کا انتظام کیا۔ عیسائیت نے تو آدمؑ کے گناہ کا بوجھ انسانی روح پر مسلط کر دیا اور اس سے نجات کا ذریعہ مسیح کی قربانی ہے۔ ان کی مصلوبیت اور تعذیب پر یقین ہی باطنی طہارت اور اخروی نجات کا ذریعہ ہے۔ آنحضورؐ کی تعبیر نے جہاں گناہ کی سیاہی اور اس کے تخریبی اثرات کا ذکر کیا وہاں اس سے بچنے اور روح کو زندہ و بالیدہ رکھنے اور باطنی شخصیت کو مجتمع رکھنے کے لئے نسخہ بھی تجویز فرمایا جو اس وقت منفرد علاج کی حیثیت رکھتا ہے اور وہ ہے توبہ و رجوع الی اللہ۔ اس طاقتور دوا کے ساتھ باطن کی تمام کثافتیں دور ہو جاتی ہیں اور انسان کا من اجلا' نکھرا ستھرا رہتا ہے۔ باطن کے نور کو محمدی تجویز ہی قائم رکھ سکتی ہے اسلام نے ضمیر کی آواز کو زندہ رکھنے اور باطن کی صلاحیتوں کو قائم اور

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محفوظ رکھنے کا خصوصی اہتمام کیا ہے۔ اس کا دیا ہوا نظام عبادات دراصل تطہیر قلب اور استحکام باطن ہی کا نظام ہے آپؐ نے نماز کو بہتی ندی (۴۱) کے ساتھ جو تشبیہہ دی ہے وہ اس پاکیزگی کا خوبصورت بیان ہے۔

اخلاقی اصول

حضور اکرمؐ نے حیات انسانی کی اخلاقی تنظیم کے لئے مستحکم اصول عطا فرمائے ہیں۔ علماء اخلاق نے اپنی طویل بحثوں میں اخلاقی ضوابط کی حقیقت اور ان کے ماخذ پر اپنی آراء پیش کی ہیں۔ سوسائٹی، حکمران، قوانین فطرت، ضمیر کی آواز عقل و خرد اور خدائی قوانین کو اخلاق کا ماخذ قرار دیا گیا ہے۔ اسی طرح انسان کے اخلاقی رویوں کی غرض و غایت کو بھی متعین کرنے کی کوششیں کی گئی ہیں کہیں ذاتی فرحت، کہیں شخصیت کی نفی اور کہیں اجتماعی شعور کی تسکین کو مقصد اخلاق قرار دیا گیا ہے۔ ہم علماء اخلاق کی ان بحثوں میں الجھے بغیر قرآن و سنت کے دیئے ہوئے بعض اصولوں کا ذکر کریں گے جن سے اسلام کا نقطہ نظر واضح ہو گا۔ ان اصولوں کو حضور اکرمؐ کی شخصیت کے پس منظر میں دیکھا جائے تو ان کی اہمیت کا اندازہ ہو گا۔

رضائے الٰہی

قرآن و سنت کی رو سے اخلاق کا تعلق ایمان باللہ سے ہے اس لئے اخلاق کی غرض و غایت رضائے الٰہی کا حصول ہے۔ کسی رویے کا حسن خلق ہونا دراصل اسی پر منحصر ہے اور اس کی حقیقی قدر و قیمت کا تعین بھی اسی سے ہو گا۔ انسان کی بڑی سے بڑی قربانی بھی اس کے بغیر اپنی تاثیر کھو دیتی ہے۔ قرآن پاک نے جان و مال کی قربانی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

ومن الناس من یشری نفسه ابتغاء مرضات الله والله رووف بالعباد (۴۲)	اور بعض ایسے ہیں جو اپنی جان کو اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے بیچتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بندوں پر مہربان ہے۔
ومثل الذین ینفقون اموالهم ابتغاء مرضات الله (۴۳)	اور ان کی مثال جو اپنی دولت اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے خرچ کرتے ہیں۔
ومن یفعل ذالک ابتغاء مرضات الله فسوف نوتیه اجرا عظیما (۴۴)	اور جو یہ تمام کام اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے کرے گا تو ہم اس کو بڑا اجر دیں گے۔
والذین صبروا ابتغاء وجه ربهم واقاموا الصلوة وانفقوا مما رزقنهم سرا و علانیته ویدرون بالحسنته السیئته	اور جنہوں نے اللہ کے لئے صبر کیا اور نماز قائم کی اور ہم نے جو کچھ انہیں دیا ہے اس میں سے خفیہ اور علانیہ طریقہ سے خرچ کیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اولئک لھم عقبی الدار (۴۵) — اور برائی کو نیکی کے ذریعے دور کرتے ہیں اور انہی کے لئے ہے آخرت کا گھر۔

کسی شخص کی مالی اعانت حسن اخلاق کا بہت عمدہ نمونہ ہے بالخصوص جب اس میں کوئی ذاتی غرض وابستہ نہ ہو۔ اس حقیقت کو سورۃ لیل میں واضح کی گئی مومن کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

الذی یوتی مالہ یتزکی وما لاحد عندہ من نعمۃ تجزی الا ابتغاء وجہ ربہ الاعلی (۴۶) — جو اپنا مال صفائی اور پاکیزگی حاصل کرتے ہوئے دیتا ہے۔ اس پر احسان نہیں ہے جس کو ادا کرنے کے لئے دیتا ہو۔ بلکہ وہ اللہ کی ذات کی طلب کے لئے دیتا ہے۔

تمام نیکیوں کی بنیاد رضائے الٰہی کا حصول ہے تمام عبادتیں اس کے بغیر بیکار ہو جاتی ہیں۔ آنحضورؐ کے بعض ارشادات میں اس حقیقت کو واضح کیا گیا ہے۔ ایک صحابی نے آپؐ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! کوئی شخص اس لئے لڑتا ہے کہ مال غنیمت ہاتھ آئے' کوئی اس لئے کہ وہ بہادر کہلائے اور کوئی اس لئے کہ اس کو شہرت حاصل ہو تو ان میں سے کون ہے جس کا عمل جہاد فی سبیل اللہ متصور ہو گا تو آپؐ نے فرمایا:

من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا فھو فی سبیل اللہ (۴۷) — جو اس لئے لڑتا ہو کہ اللہ کی بات بلند ہو وہی اللہ کی راہ میں ہے

امام مسلم نے ابو ہریرہؓ سے طویل حدیث نقل کی ہے جس کا کچھ حصہ ہم یہاں نقل کرتے ہیں۔ ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: گھوڑا باندھنا کسی کے لئے اجر کا باعث ہے کسی کے لئے پردہ پوشی اور کسی کے لئے گناہ ہے۔ اجر کا باعث اس کے لئے جو اللہ کی راہ میں اسے باندھتا ہے تو اس کے چرنے اور پانی پینے کا بھی اس کو ثواب ملتا ہے۔ پردہ پوش اس کے لئے ہے جو ضرورۃ اس لیے باندھتا ہے کہ خدا نے اس کو دولت دی ہے تو اس کو اپنی ضرورت کی چیز دوسروں سے مانگنی نہ پڑے تو وہ رحم و شفقت کے ساتھ اس سے کام لیتا ہے اور اس کا حق ادا کرتا ہے اور گناہ اس کے لئے جو فخر اور نمائش کے لئے باندھتا ہے(۴۸)۔ رضائے الٰہی اگر مقصود نہ ہو تو اعمال کی اخروی افادیت ختم ہو جاتی ہے۔ امام ترمذیؒ نے ابو ہریرہؓ کی ایک اور روایت نقل کی ہے جو اس موضوع کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کرتی ہے۔ اس حدیث کو بیان کرتے ہوئے ابو ہریرہؓ غش کھا کر گر پڑے۔ ابو ہریرہؓ نے حضور اکرمؐ سے جو کچھ روایات کیا اس کا ملخص پیش خدمت ہے۔ ان کے مطابق رسول اللہؐ نے فرمایا: "قیامت کے دن جب اللہ عدالت کے لئے اترے گا اور ہر امت گھٹنے ٹیکے ہو گی اس وقت سب سے پہلے ان کی پیشی کا حکم ہو گا جو قرآن کے عالم تھے اور جو جہاد میں مارے گئے تھے اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو دولت والے تھے۔ پھر اللہ عالم سے پوچھے گا کیا میں نے تجھ کو وہ سب کچھ نہیں سکھایا جو اپنے رسول پر اتارا تھا تو تم نے اس پر کیا عمل کیا؟ وہ عرض کرے گا بار الہا! میں شب و روز نماز میں قرآن پڑھتا تھا' اللہ فرمائے گا تو جھوٹا ہے' فرشتے بھی کہیں گے یہ جھوٹا ہے۔ پھر اللہ فرمائے گا تو اس لئے کرتا تھا کہ لوگ کہیں کہ تو بڑا عالم اور قرآن خوان ہے' تو دنیا میں تجھ کو یہ کہا جا چکا (یعنی تو اپنا بدلہ پا چکا) پھر دولتمند سے اللہ فرمائے گا کیا میں نے تجھ پر دنیا کو کشادہ نہیں کیا یہاں تک کہ تو کسی کا محتاج نہیں رہا۔ وہ عرض کرے گا کیوں نہیں اے میرے رب! اللہ اس سے پوچھے گا کہ میں نے تجھ کو جو کچھ دیا اس میں تو نے کیا کیا؟ وہ جواب دے گا میں اہل استحقاق کا حق ادا کرتا تھا اور خیرات دیتا تھا۔ ارشاد ہو گا تو جھوٹا ہے' فرشتے بھی کہیں گے یہ جھوٹا ہے۔ پھر ارشاد باری ہو گا تو تو اس لئے کرتا تھا کہ لوگ تجھے بڑا سخی کہیں تو یہ دنیا میں تجھ کو کہا جا چکا (تو اپنا بدلہ پا چکا) اس کے بعد وہ لایا جائے گا جو جہاد میں مارا گیا۔ اللہ اس سے دریافت کرے گا تو کس بات کے لئے مارا گیا؟ کہے گا خدایا تو نے اپنی راہ میں جہاد کرنے کا حکم دیا تھا تو میں لڑا یہاں تک کہ مارا گیا۔ اللہ فرمائے گا تو جھوٹا ہے۔ فرشتے بھی کہیں گے یہ جھوٹا ہے۔ اللہ کہے گا تو اس لئے لڑا تھا کہ لوگ تجھ کو بہادر کہیں تو دنیا میں تجھ کو کہا جا چکا۔ پھر آنحضرتؐ نے فرمایا: کہ یہ لوگ ہیں جو جہنم میں ڈالے جائیں گے(۴۹)۔ امیر معاویہؓ اس حدیث کو سن کر بہت روئے اور پھر کہنے لگے اللہ اور اس کا رسولؐ سچا ہے۔ اور یہ آیت پڑھی جو اس حدیث کی تائید کرتی ہے:

من کان یرید الحیوۃ الدنیا وزینتھا نوف الیھم اعمالھم فیھا وھم فیھا لا یبخسون۔ اولئک الذین لیس لھم فی الاخرۃ الا النار وحبط ماصنعوا فیھا وباطل ماکانوا یعملون (۵۰)	جو کوئی دنیا کی زندگی اور اس کی رونق چاہتا ہو تو ہم اس کا عمل اسی دنیا میں پورا کر دیں گے' بے کم و کاست' ان لوگوں کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں مگر آگ۔ اس دنیا میں انہوں نے جو بنایا وہ مٹ گیا اور جو کیا وہ برباد ہو گیا۔

رضائے الٰہی کے حصول کا یہی اصول اخلاقی رویوں کو درست سمت عطا کرتا ہے اسی لئے اسلام نے نیت کو بہت اہمیت دی ہے نیت دراصل غرض و غایت متعین کر دیتی ہے اگر نیت رضائے الٰہی کا حصول ہے تو تمام اعمال نتیجہ خیز ہیں اور اگر نیت کسی اور مقصد کے لئے ہے تو اس سے اخروی نتائج ضائع ہو جاتے ہیں۔ آنحضرت نے اپنی تعلیمات میں نیت یعنی قلبی ارادہ کو ہر اچھے اور برے کام کی بنیاد قرار دیا ہے۔ بخاری کے پہلے باب میں ایک حدیث مروی ہے جس کو اس موضوع پر حرف آخر کہنا چاہئے:

انما الا عمال بالنیات ولکل امری مانوی فمن کانت ھجرتہ الی اللہ و	انسان کے اعمال اس کی نیت پر موقوف ہیں۔ ہر شخص کے لئے وہی ہے جس کی وہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسولہ فھجرتہ الی اللہ ورسولہ و من کانت ھجرتہ الی دنیا یصیبھا او امرأۃ یتزوجھا فھجرتہ الی ما ھاجر الیہ (۵۱)	نیت کرے۔ تو جس کی ہجرت اللہ اور رسول کی طرف ہے تو اس کی ہجرت اللہ اور رسولؐ کی طرف ہے اور جس کی ہجرت کی غرض دنیا کمانا ہو یا کسی عورت کو پانا ہو کہ اس سے نکاح کرے تو اس کی ہجرت اسی کی طرف ہے جس کی غرض سے اس نے ہجرت کی۔

www.KitaboSunnat.com

قرآن پاک نے اپنے بلیغ انداز میں اسی طرف اشارہ کیا ہے:

ومن یرد ثواب الدنیا نؤتہ منھا و من یرد ثواب الاخرۃ نؤتہ منھا (۵۲)	جو دنیا کا بدلہ چاہے گا اس کو وہ دیں گے اور جو آخرت کا بدلہ چاہے گا اس کو وہ دیں گے

رضائے الٰہی کا حصول اور اس کی نیت دراصل ایک اور حقیقت کی ترجمانی ہے اور وہ مافوق الاسباب ہستی کے ساتھ انسان کی وابستگی ہے۔ اسلام کا تصور یہ ہے کہ تمام اعمال کا حسن وقبح اللہ تعالیٰ کے حوالے سے متعین ہوتا ہے۔ حسن خلق جو دنیا و آخرت میں موثر ہے وہی ہے جس کی اساس اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ اس اساس کے بغیر کسی عمل کا حسن قابل قبول نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیوی مسرت وانبساط کو ایک حد تک تسلیم کرتے ہوئے اسلام حقیقی غرض وغایت رضائے الٰہی کو ہی قرار دیتا ہے۔ بعض احادیث میں باطنی سرور و فرحت کو حسن عمل کا نتیجہ بتایا گیا ہے لیکن یہ باطنی سرور انہی لوگوں کا ہے جن کے دل و دماغ اللہ تعالیٰ کی محبت سے سرشار اور جنہیں اس کے وجود اور توحید پر یقین ہے۔ کسی منحرف کی طبیعت کا سرور کسی عمل کے حسن خلق ہونے کی ضمانت نہیں۔ آپؐ کے اس ارشاد کو اسی پس منظر میں دیکھنا چاہئے۔ علماء اخلاق نے مسرت و رنج کو محرک علت اور غرض و غایت بیان کیا ہے جبکہ اسلامی نقطہ نظر سے غرض و غایت صرف رضائے الٰہی کا حصول ہے۔ آنحضورؐ سے مروی ہے:

اذا سرتک حسنتک وساءتک سیئتک فانت مؤمن (۵۳)	جب تمہاری نیکی تم کو خوشی بخشے اور تمہاری بدی تم کو غمگین کردے تو تم مومن ہو۔
من سرتہ حسنتہ وساءتہ سیئتہ فھو مؤمن (۵۴)	جسے نیکی خوش اور برائی غمزدہ کرے وہ مومن ہے۔
من عمل سیئۃ فکرھا حین یعمل و عمل حسنۃ فسر فھو مؤمن (۵۵)	جس نے برائی کرتے وقت سخت کراہت محسوس کی اور جب کوئی اچھا کام کیا تو مسرت محسوس کی وہ مومن ہے۔

ان احادیث میں نیکی پر انشراح خاطر اور مسرت کی لذت کو ایمان کی پہچان قرار دیا گیا ہے بنیاد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں۔ سید سلیمان ندوی کے بقول: "سرور کائنات علیہ الصلواۃ کی تعلیم نے حکمائے اخلاق کی اس جماعت کے نظریہ میں جو اخلاق کی بنیاد اس خوشی و رنج یا روحانی لذت و الم کے اصول پر قائم کرتی ہے' تھوڑی سی ترمیم کر دی ہے' اور وہ یہ کہ خوشی حاصل کرنا اور قلبی غم سے بچنا' نیکی کی غرض و غایت نہیں بلکہ اس کا لازمی اور طبعی نتیجہ ہے۔ علماء اخلاق میں بڑی جماعت کا آج کل یہی مسلک ہے کہ مسرت نیکی کی غرض نہیں۔" (۵۶) اسی نکتہ کو صحیفہ الٰہی نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

ولکن حبب الیکم الایمان وزینہ فی قلوبکم وکرہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان اولئک ھم الراشدون (۵۷)	لیکن اللہ تعالیٰ نے ایمان کو تمہارے لئے محبوب بنایا اور اس کو تمہارے دلوں میں اچھا کر کے دکھایا اور کفر' گناہ اور نافرمانی سے نفرت بٹھا دی۔ یہی لوگ نیک چلن ہیں۔

سو اسلامی نقطہ نظر سے رضائے الٰہی کا حصول وہ غرض و غایت ہے جس سے تمام اعمال بالعموم اور اخلاقی رویے بالخصوص تشکیل پاتے ہیں۔ قرآن و سنت کی رو سے یہی وہ غرض و غایت ہے جسے تمام اعمال کی بنیاد بننا چاہئے اور مومن کو اسی حوالے سے اپنے رویوں کا جائزہ لینا چاہئے۔

توسط و اعتدال

اخلاق کے اسلامی تصور کے حوالے دوسرا اہم اصول توسط و اعتدال ہے۔ اعتدال کی بحثیں ہمارے علماء اخلاق کے ہاں یونانی فلسفے کے پس منظر میں کی گئی ہیں۔ قوت عقلیہ' قوت شہویہ اور قوت غضبیہ کے اعتدال کا نام فضیلت اخلاق ہے اور عدم اعتدال کا نام رذیلت' حالانکہ فضائل و رذائل کا تعین احکام الٰہی اور وحی ربانی کے اصول سے ہے۔ ہم یہاں توسط و اعتدال کی اس سیکولر بحث میں نہیں الجھنا چاہتے کہ ہمارے نزدیک وحی الٰہی ہی فضیلت کو متعین کرنے کا ذریعہ ہے۔ ہمارے پیش نظر انسانی رویوں کے عملی پہلوؤں کا تجزیہ ہے اور ان میں انتہا پسندانہ رجحان اور یک طرفہ جھکاؤ کی بجائے اعتدال کی روش کو ثابت کرنا ہے۔

حضور اکرمؐ کی آمد سے پہلے انسان کے فکری و مذہبی سرمایے میں چند رویوں کا غلبہ تھا۔ اگر ایک طرف خوف تمام رویوں کو متعین کرتا تھا تو دوسری طرف امید و مسرت کے جذبے رہنمائی کرتے تھے۔ اس طرح اگر ایک طرف انتقام مسلمہ اصول تھا جس سے اجتماعی زندگی منضبط ہوتی تھی تو دوسری طرف عفو و درگزر تھا جو فرد کی اخلاقی عظمت کی معراج متصور ہوتا تھا۔ افراد اور معاشرے انہی رویوں اور اصولوں کی بنیاد پر پہچانے جاتے اور منظم ہوتے۔ اسلام نے خوف و رجا اور انتقام و عفو کے درمیان اعتدال کی راہ کو اخلاقی اصول کے طور پر متعارف کرایا اور انسانوں کو انتہا پسندانہ رویوں اور یک رخے رجحانات سے نجات دلائی۔ توسط و اعتدال کا اصول اخلاقی زندگی کی روح ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور انسان کو صراط مستقیم پر قائم رکھنے کا ذریعہ۔ اس محکم اصول کو سمجھنے کے لئے تھوڑی سی تفصیل درکار ہوگی۔

خوف و رجاء

یونانی فلسفیوں کے معروف گروہوں سے لے کر عام آدمی تک زندگی کے بارے میں دو رویوں کا مشاہدہ ممکن ہے۔ ایک گروہ پر زندگی اور اس کے عواقب کا خوف طاری ہے۔ ان کے نزدیک اس دنیا میں دکھ درد و غم و اندوہ کے سوا کچھ نہیں۔ ان کے اذہان پر ہر وقت یاس کا سایہ رہتا ہے لہٰذا ان کے اعمال و اخلاق میں بھی انفعالی کیفیت اور شکست خوردگی کا عالم طاری رہتا ہے۔ جبکہ دوسرا گروہ ہر قسم کے عواقب سے بے پرواہ لذت کیشی کے مسلک کا پیرو ہے ان کے ہاں لذائذ دنیا سے متمتع ہونا ہی زندگی کا منتہاد مقصود ہے۔ لہٰذا ان کے اعمال و اخلاق میں خود غرضی و لاپرواہی کا عنصر غالب ہوتا ہے۔ مافوق الفطرت ہستی کے بارے میں بھی خوف و رجا کے تصورات نے مایوسی اور لاپرواہی کے انتہا پسندانہ رویے پیدا کئے ہیں جن کا مشاہدہ مختلف مذاہب کے پیروؤں میں کیا جا سکتا ہے۔ یاس و قنوطیت اور بے عملی و لاپرواہی کے مظاہر کی بے شمار مثالیں حیات انسانی میں عام ہیں۔ اسلام نے ان دو انتہاؤں کے درمیان اعتدال کی راہ اختیار کی ہے اور خوف و رجا کو باہم مربوط کر کے ایک معتدل اور مثبت رویہ تشکیل دیا ہے۔ وہ ایک طرف دنیا کی فنا اور زوال کا قصہ بار بار سناتا ہے کہ دل بادہ غفلت میں سرشار نہ ہو اور دوسری طرف وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونے دیتا وہ اخیر وقت تک اللہ کے سہارے جینے کی تعلیم کرتا ہے۔ اس کی شریعت میں اللہ تعالیٰ سے ناامیدی اور کفر ایک ہے۔ وہ ایک مسلمان کے دل کو مشکل سے مشکل اوقات میں بھی ناامید بنا کر بے سہارا نہیں ہونے دیتا۔ قرآن پاک نے کبھی انبیاء علیہم السلام کے حوالے اور کبھی براہ راست خطاب سے یاس و ناامیدی کی حوصلہ شکنی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کو فرشتہ کے ذریعہ یہ پیغام دیا:

قالوا بشرنک بالحق فلا تکن من القانطین (۵۸)	انہوں نے کہا کہ ہم آپؑ کو سچی خوشخبری دیتے ہیں آپؑ ناامیدوں میں سے نہ بنئے

قرآن نے ابراہیمؑ کا ردعمل ان الفاظ میں نقل کیا ہے۔

قال و من یقنط من رحمۃ ربہ الا الضالون (۵۹)	(ابراہیمؑ نے) کہا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہونا گمراہوں کا کام ہے۔

اس طرح یعقوبؑ کی زبانی بھی یہی تعلیم دی۔ انہوں نے اپنے بیٹوں کو رخصت کرتے ہوئے فرمایا:

ولا تایئسوا من روح اللہ ۔ انہ لا ییئس من روح اللہ الا القوم	اور اللہ تعالیٰ کے فیض سے ناامید نہ ہو کہ اللہ کے فیض سے ناامید وہی ہیں جو اس کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الکفرون (۶۰) — منکر ہیں۔

حضور اکرمؐ کے ذریعے امت مسلمہ کو یہ دلنواز پیغام مل رہا ہے

یعبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لا تقنطوا من رحمتہ اللہ (۶۱) — اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر آپ ظلم کیا' تم خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔

آنحضورؐ نے انسان کو ہمیشہ پر امید رہنے کی تلقین کی اور اللہ تعالیٰ پر توکل و اعتماد کا شعور پختہ کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

انا عند ظن عبدی فلیظن بی ماشاء (۶۲) — میں اپنے بندہ کے گمان کے پاس رہتا ہوں۔ میرے بارے میں جو چاہے گمان رکھے۔

اسی توکل و اعتماد کو عبادت کا درجہ دیا گیا۔ حضور اکرمؐ نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں حسن ظن کو عبادت قرار دیا:

ان حسن الظن باللہ من عبادۃ اللہ (۶۳) — اللہ تعالیٰ کے بارے میں حسن ظن اس کی عبادت ہے۔

اسلام انسان کے اندر امید کی ایسی کرن پیدا کرتا ہے جس سے وہ کبھی مایوسی کی تاریکیوں میں گم نہیں ہوتا۔ قرآن نے اس رویے کو رجا کا نام دیا ہے اور مومنین کی خصوصی صفات میں شمار کیا ہے۔ ارشاد باری ہے:

امن ھو قانت اناء اللیل ساجدا" و قائما یحذر الاخرۃ و یرجوا رحمتہ ربہ (۶۴) — بھلا ایک وہ جو بندگی میں لگا ہے۔ رات کی گھڑیوں میں سجدہ کرتا ہے اور کھڑا ہوتا ہے۔ آخرت سے ڈرتا ہے اور اپنے رب کی رحمت کا امیدوار ہے۔

ایک مسلمان کا دل اپنے رب سے تعلق کے باعث ہمیشہ توقعات سے لبریز ہوتا ہے۔ قرآن مومنوں کی تصویر کشی کرتا ہے:

وترجون من اللہ مالا یرجون (۶۵) — اور تم کو اللہ تعالیٰ سے وہ امید ہے جو کافروں کو نہیں۔

جس طرح قرآن مایوسی کو دور کر کے امید و توقع کی کیفیات پیدا کرتا ہے اسی طرح وہ اسے لاپرواہی بے عملی اور غفلت کے نتائج سے بھی خبردار کرتا ہے۔ وہ اسے برے اعمال کے عواقب کا خوف بھی دلاتا ہے۔ اور اللہ کے غضب اور آخرت کے عذاب سے بھی ڈراتا ہے۔ امام غزالی نے خوف اس کے درجات' اقسام' حقیقت اور عواقب پر مفصل بحث کی ہے(۶۶)۔ ایک اعتبار سے خوف مفید

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے اور خوف خدا ایک مثبت رویہ ہے۔ قرآن نے اسے اہل ایمان اور اہل علم کی صفات میں شمار کیا ہے اور اس کے لئے رہبت، خشیت اور خوف کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔

و فی نسختها هدی و رحمته للذ ین هم لربهم یرهبون (٦٧)	اور جو کچھ ان میں لکھا تھا وہ ان لوگوں کے لئے جو اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں ہدایت اور رحمت تھی۔
انما یخشی الله من عباده العلماء (٦٨)	اللہ سے تو اس کے بندوں میں سے وہی ڈرتے ہیں جو صاحب علم ہیں۔
رضی الله عنهم ورضوا عنه ذلک لمن خشی ربه (٦٩)	اللہ تعالیٰ ان سے خوش اور وہ اس سے خوش یہ (صلہ) اس کے لئے ہے جو اپنے پروردگار سے ڈرتا ہے۔

خوف الٰہی ایک مثبت رویہ ہے جس کا مطلب اللہ تعالیٰ کی قوت، قدرت اور گرفت کرنے کی صلاحیت کا اعتراف ہے۔ قرآن نے اس کی اہمیت و فضیلت کا ذکر کیا ہے:

ولمن خاف مقام ربه جنتن (٧٠)	اور جو اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرا اس کے لئے دو باغ ہیں۔
واما من خاف مقام ربه و نهی النفس عن الهوی فان الجنته هی الماوی (٧١)	جو اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا اور جی کو خواہشوں سے روکتا رہا اس کا ٹھکانہ بہشت ہے۔

حضور اکرمؐ سے مروی ہے **راس الحکمته مخافته الله**(٧٦) یعنی دانائی کی حقیقت اللہ تعالیٰ کا خوف ہے۔ لیکن خوف کی منفی تاثیر انسان کی قوتوں کو مضمحل کر دیتی ہے اور منفعل صفات کا حامل بنا دیتی ہے۔ اس احساس نے انسان کو رہبانیت کی طرف دھکیلا ہے اور معاشرت و تمدن سے بیزاری کے جذبات کو پروان چڑھایا ہے۔ چونکہ گوشہ نشینی، عزلت گزینی، خلق سے کم آمیزی، جماعت سے علیحدگی اہل و عیال، عزیز و قریب اور دوست و احباب کے تعلقات سے آزادی اخلاق کے موقع ہی کو کھو دیتی ہے یا کم کر دیتی ہے اس لئے اسلام نے اس کی حوصلہ شکنی کی۔ خوف کی ایسی کیفیت جس سے انسان کی ساری مثبت صلاحیتیں بیکار ہو جائیں اسلام کی نظر میں ناپسندیدہ ہے اور بالخصوص اگر غیر اللہ کا خوف ہو تو وہ شرک کے مترادف ہے۔

امام غزالیؒ نے خوف و رجاء پر بحث کرتے ہوئے کہا ہے کہ مختلف صورتوں میں دونوں کی اہمیت ہے لیکن قرآن نے دونوں کو اس طرح جمع کیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دونوں ضروری ہیں اور کسی ایک کا غلبہ یا نفی مزاج کے اعتدال کو خراب کر دیتا ہے۔ قرآن اللہ کے خاص بندوں کا ذکر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہوئے کہتا ہے:

تتجا فی جنوبھم عن المضاجع یدعون ربھم خوفا و طمعا (۷۳)	ان کے پہلو بچھونوں سے الگ رہتے ہیں۔ وہ اپنے پروردگار کو خوف اور امید سے پکارتے ہیں۔
یدعوننا رغبا ورھبا وکانوا لناخاشعین (۷۴)	اور ہمیں امید اور خوف سے پکارتے اور ہمارے آگے عاجزی کیا کرتے تھے۔

اسلام کا اعجاز ہے کہ اس نے اعتدال کی ایسی روش سکھائی کہ افراط و تفریط کی گنجائش ہی نہ چھوڑی اور یوں انسان خوف و رجا کا مجموعی رویہ اپنا کر حسن خلق کا عمدہ نمونہ پیش کر سکتا ہے۔ امام غزالی کے بقول دونوں کا جمع کرنا لابدی ہے۔(۷۵) اور اسی سے توازن پیدا ہو گا۔ مکحول دمشقی کا کہنا ہے کہ جس نے اللہ کی عبادت صرف خوف کے باعث کی وہ حروری (خارجی) ہے اور جس نے صرف رجا سے کی وہ مرجی ہے' جس نے صرف محبت سے عبادت کی وہ زندیق ہے اور جس نے خوف' رجاء اور محبت کو جمع کیا وہ موحد ہے۔(۷۶) گویا مومن کے دل میں یہ دونوں کیفیتیں یکجا ہیں۔ گناہوں اور تقصیروں کے مواخذہ اور باز پرس کا ڈر بھی ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید کا سہارا بھی۔ اللہ تعالیٰ کے غضب سے ڈرنا اور اس کی رحمت کا امیدوار رہنا یہی اسلام کی تعلیم ہے۔ یہ ڈر اس کو غافل' بیباک اور گستاخ نہیں ہونے دیتا اور یہ امید اس کو مایوس' غمزدہ اور شکستہ خاطر نہیں ہونے دیتی۔ اعتدال کا یہ رویہ حسن خلق کی بنیاد ہے۔

عفو و انتقام

اسلام کے تصور اعتدال کا دوسرا مظہر عفو و انتقام سے متعلق ہے۔ حیات انسانی میں اجتماعی سرگرمیاں کئی مسائل پیدا کرتی ہیں۔ انسان باہم ملتے اور معاملہ کرتے ہیں تو کمی بیشی کا امکان رہتا ہے۔ صاحب قوت کبھی زیادتی کرتا ہے تو کمزور کا حق مارا جاتا ہے۔ اجتماعی زندگی میں توازن برقرار رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ ایسا انتظام موجود ہو کہ حقدار کا حق ضائع نہ ہو اور دست درازی کرنے والے کے ہاتھ کو روکا جا سکے۔ اللہ تعالیٰ نے اس انتظام کے لئے شرائع و مناہج عطا فرمائے اور انسانوں نے بھی قوانین و انصاف کے نظام وضع کئے۔ الہامی نظاموں میں یہودیت اور عیسائیت کو اسلام کے پس منظر میں دیکھا جا سکتا ہے۔ یہودیوں کی سنگدلی اور مجرمانہ رویے کی وجہ سے شریعت موسوی میں سخت قوانین وضع کئے گئے۔ توراۃ کا اصول عادلانہ انتقام پر مبنی ہے اس کا حکم ہے:

"اور جو انسان کو مار ڈالے گا سو مار ڈالا جائے گا۔۔۔۔ اور کوئی اپنے ہمسایہ کو چوٹ لگائے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سو جیسا کرے گا ویسا پائے گا۔ توڑنے کے بدلے توڑنا' آنکھ کے بدلے آنکھ' دانت کے بدلے دانت"(۷۷)۔

یہودیوں کی قانونی لفظ پرستی کی وجہ سے مسیح علیہ السلام مجسم رحمت بن کر آئے۔ موسیٰ علیہ السلام کی شریعت نے دنیا کے لئے عدل وانصاف کے جو اصول قائم کر دیئے تھے اس کے مقابلے میں اپنی اخلاقی تعلیم کا اعلان مسیح نے ان الفاظ میں فرمایا: "تم نے یہ سنا ہو گا کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت' لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ برائی کا برائی کے ساتھ مقابلہ نہ کرو بلکہ جو شخص تمہارے داہنے گال پر طمانچہ مارے اس کے سامنے دوسرا گال بھی حاضر کر دو' جو شخص لڑنے جھگڑنے میں تمہارے کپڑے پکڑے اس کو چادر بھی دے دو جو شخص تم کو ایک میل تک بیگاری میں پکڑ لے جائے' اس کے ساتھ دو میل تک چلے جاؤ۔ جو تم سے مانگے اس کو دو' جو تم سے قرض لینا چاہے اس کو واپس نہ کرو۔ تم نے کہتے سنا ہو گا کہ اپنے عزیزوں سے محبت اور اپنے دشمنوں سے بغض رکھو' لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ اپنے دشمنوں سے محبت رکھو(۷۸)۔

عفو و انتقام کی تعلیمات اپنی جگہ درست اور بجا ہیں لیکن ان میں سے ہر ایک پر ہر حال اور ہر صورت میں عمل پیرا ہونا انتہائی مشکل ہے۔ اس طرح ان میں سے کسی ایک کو ہر حال میں چھوڑ دینا انتہائی خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔ مثلاً ایک شخص جب جماعت کے کسی فرد کا کوئی گناہ کرتا ہے تو وہ گناہ درحقیقت اس شخص کا نہیں ہوتا بلکہ پوری جماعت کے نظام کا ہوتا ہے۔ اب اگر پہلی ہی دفعہ اس کی بازپرس نہ کی جائے تو بہت ممکن ہے وہ جرات پا کر اسی گناہ کا ارتکاب وہ جماعت کے کسی دوسرے فرد کے ساتھ کرے۔ اس لئے کسی مظلوم کو اپنے ظالم کے معاف کر دینے کا پورا پورا حق نہیں ہے' کیونکہ اسی طرح ایک فرد کے ساتھ نیکی کر کے جماعت کے ہزاروں لاکھوں افراد کے ساتھ گویا برائی کا ارتکاب کر رہا ہے۔ قانون عدل ہی پر جماعت اور حکومت کا نظام قائم ہے اگر اس کو مٹا دیا جائے تو جماعت اور حکومت کا شیرازہ بکھر جائے اور کسی کی جان و مال و آبرو سلامت نہ رہے اس لئے قانون کو سرے سے مٹانا جیسا کہ پال نے عیسائیت کو اس رنگ میں پیش کر کے ہمیشہ کے لئے تورات کے قانون عدل کا خاتمہ کر دیا کبھی دنیا کے لئے قابل عمل نہیں رہا۔ خود عیسائی سلطنتوں کی پوری تاریخ اس پر گواہ ہے(۷۹)۔

اسی طرح قانون کو اندھی بہری قوت بنا کر مسلط کر دینا بھی انسانیت کی کوئی خدمت نہیں کیونکہ اس کے ذریعے انسان کے اندر مخفی لطیف قوتیں ختم ہو جاتی ہیں۔ سب لوگ دنیا میں ایک طبیعت کے ساتھ نہیں پیدا ہوئے بعض نرم مزاج صابر اور متحمل ہوتے ہیں جن کے لئے معاف کرنا' درگذر کرنا اور بدلہ نہ لینا آسان ہے بعض غصہ ور' سخت مزاج اور تند خو ہوتے ہیں وہ بدلے کے بغیر رہ نہیں سکتے۔ اس لئے سب کو قانون انتقام کی لاٹھی سے ہانکنا اور عفو و درگزر کے لئے گنجائش نہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چھوڑنا مہلک ہو گا۔ اگر عفو کا اصول نہ ہو تو روح کی بلندی اور اخلاق کی پاکیزگی کوئی چیز نہ رہے۔ روح کی بالیدگی ہی ایک سچے دین کا مطلوب ہے۔ عفو و درگذر' ضبط نفس اور تحمل برداشت کی معراج ہے۔ عفو و درگذر کے بغیر کوئی معاشرہ انسانی معاشرہ نہیں کہلا سکتا یہ عفو و درگذر ہی ہے جو انسانوں کے درمیان باہمی محبت و یگانگت کے جذبات کو فروغ دیتا ہے۔

لیکن جس طرح ہر حال میں انتقام کے اصول پر عمل نہیں ہو سکتا اسی طرح ہر صورت میں عفو و درگذر سے کام لینا بھی ناممکن ہو جاتا ہے۔ اسلام نے ان دونوں کو جمع کر کے توسط و اعتدال کی کیفیت پیدا کی ہے جس سے دونوں پر اپنے اپنے حالات میں عمل کرنا ممکن ہوتا ہے۔ قرآن پاک نے تورات و انجیل کی تعلیمات کو پس منظر میں رکھتے ہوئے جامعیت کی بات کی ارشاد باری ہے:

یا ایھاالذین امنوا کتب علیکم القصاص فی القتلی الحر بالحر والعبد بالعبد والانثی بالا نثی فمن عفی لہ من اخیہ شئی فاتباع بالمعروف و اداء الیہ باحسان ذلک تخفیف من ربکم و رحمتہ فمن اعتدیٰ بعد ذالک فلہ عذاب الیم (۸۰)

اے ایمان والو! تم پر مقتولوں میں برابری کے بدلے کا حکم ہوا' آقا کے بدلے آقا' غلام کے بدلے غلام' عورت کے بدلے عورت۔ تو اگر اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معاف کر دیا گیا تو دستور کے مطابق اس کی پیروی کرنا' اور نیکی کے ساتھ اس کو ادا کرنا ہے۔ یہ تمہارے رب کی طرف سے آسانی اور مہربانی ہوئی تو جو کوئی (مقتول کے رشتہ داروں میں سے) اس (معافی یا خون بہا لینے) کے بعد پھر زیادتی کرے تو اس کے لئے دردناک عذاب ہے۔

قرآن پاک نے اس جامعیت کو اور جگہ پر بھی بیان کیا ہے:

وکتبنا علیھم فیھا ان النفس بالنفس والعین بالعین والانف بالانف والا ذن بالا ذن والجروح قصاص فمن تصدق بہ فھو کفارۃ لہ ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک ھم الظالمون (۸۱)

اور ہم نے (بنی اسرائیل پر) تورات میں یہ حکم لکھا کہ جان کے بدلے جان آنکھ کے بدلے آنکھ' ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان دانت کے بدلے دانت اور زخموں میں برابر کا بدلہ۔ تو جس نے بخش دیا تو وہ اس کے لئے کفارہ ہے اور جس نے اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ نہیں کیا تو وہی ظالم ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک اور جگہ پر فرمایا:

والذین اذا اصابھم البغی ھم ینتصرون وجزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا۔ فمن عفا واصلح فاجرہ علی اللہ انہ لا یحب الظالمین (۸۲)

اور وہ لوگ کہ جب ان پر چڑھائی ہو تب وہ بدلہ لیتے ہیں اور برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے۔ تو اگر معاف کر دیا اور نیکی کی تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ وہ ظالموں کو پیار نہیں کرتا۔

عدل و احسان

قرآن پاک نے اس کے لئے جو اصطلاح استعمال کی ہے وہ عدل و احسان کی ہے۔ اسلام نے عدل و احسان کے امتزاج سے نیا نظام تشکیل دیا ہے جو ایک طرف اجتماعی زندگی کا تحفظ کرتا ہے تو دوسری طرف فرد اور معاشرے کے اخلاقی مزاج کو تقویت دیتا ہے۔ قرآن پاک کا بیان ہے۔

ان اللہ یامر بالعدل والاحسان (۸۳)

بلاشبہ اللہ تعالیٰ عدل اور احسان (دونوں) کا حکم دیتا ہے۔

اسلام اگر قانوناً ہر مظلوم اور صاحب حق کو یہ اختیار بخشتا ہے کہ وہ چاہے تو بدلہ لے تو اس سے بلند تر یہ بات بھی رکھی ہے کہ وہ ظالم کو معاف کر دے بلکہ برائی کے بجائے اس کے ساتھ بھلائی کرے۔ اس مجموعی تعلیم نے حکومت کے قانون انتقام و عدل اور شخص کی اخلاقی روحانیت کی تکمیل دونوں کو اپنی اپنی جگہ قائم رکھا۔ اس لئے اسلام نسل انسانی کی حفاظت' ترقی اور نشوونما کا پوری طرح کفیل ہے۔ وہ عدل و انصاف کو قائم کرنے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے اور ذاتی اخلاق کے ذریعے لوگوں کی روحانی تکمیل کا ذریعہ بھی۔ قرآن و سنت کی نصوص پر سرسری نظر ڈالنے سے ہی اندازہ ہو جاتا ہے کہ عفو و احسان کی کتنی اہمیت ہے۔ مسلمانوں کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے قرآن نے کہا کہ غصہ کو دبانا اور معاف کرنا اللہ تعالیٰ کا محبوب بناتا ہے:

والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین (۸۴)

اور جو غصہ کو دبانے والے لوگوں کو معاف کرنے والے ہیں اور اللہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

انتقام کی قدرت رکھنے کے باوجود دشمن کو معاف کر دینا بڑی بلند ہمتی کا کام ہے:

ولمن صبر و غفر ان ذالک لمن عزم الامور (۸۵)

اور البتہ جس نے صبر کیا اور معاف کیا تو بے شک یہ ہمت کے کام ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضور اکرمؐ کو صبر و عفو کی جو تلقین ہوئی ہے اس کے چند نمونے ملاحظہ فرمائیں:

خذ العفو وامر بالعرف و اعرض عن الجاہلین (۸۶)	معاف کرنے کی خو اختیار کیجئے' نیک کام کا حکم دیجئے اور جاہلوں سے کنارہ کشی اختیار کیجئے۔
ادفع بالتی ھی احسن السیئۃ نحن اعلم بما یصفون۔ وقل رب اعوذبک من ھمزات الشیاطین و اعوذبک رب ان یحضرون (۸۷)	(مشرکوں کی) برائی کا جواب بھلائی سے دیں۔ ہم جانتے ہیں جو وہ کہتے ہیں۔ کہہ دیں کہ اے میرے پروردگار میں شیطانوں کی چھیڑ سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور اے رب اس سے پناہ مانگتا ہوں کہ وہ میرے پاس آئیں۔
فاصبر کما صبر اولوالعزم من الرسل (۸۸)	اور برداشت کریں جس طرح ہمت اور عزم والے پیغمبروں نے برداشت کیا۔

آنحضورؐ کے اپنے عمل سے عفو و درگذر کی شاندار مثالیں منقول ہیں۔ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرتؐ نے کبھی کسی سے ذاتی انتقام نہیں لیا۔ الا یہ کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کو توڑا ہو (۸۹) تو اس کو (قانوناً) سزا ملی ہو۔ آپؐ کس طرح عفو و درگذر کی تعلیم دیتے تھے اسے انسؓ کی روایت میں دیکھا جا سکتا ہے۔ انس کہتے ہیں کہ میں نے آپؐ کی خدمت میں قصاص کا کوئی مقدمہ پیش ہوتے نہیں دیکھا مگر یہ کہ اس میں آپؐ نے عفو و درگذر کا مشورہ نہ دیا ہو۔ (۹۰) عدل و احسان دراصل عفو و انتقام کے درمیان اعتدال کی راہ ہے اور دونوں کی جامعیت سے ایک ایسی اخلاقی فضا قائم ہوتی ہے جو انسانی قدروں کے تحفظ اور لطیف احساسات کی پرورش کا باعث ہوتی ہے۔

ہمدردی اور خیر خواہی

رضائے الٰہی کا حصول' توسط و اعتدال کے ساتھ تیسرا اہم اصول ہمدردی و خیر خواہی ہے۔ اسلامی نقطہ نظر سے تمام اخلاق کی بنیاد رضائے الٰہی کا حصول ہے اس لئے خلق خدا کے لئے ہمدردی و خیر خواہی تمام اعمال کی محرک ہے۔ حضور سید دو عالمؐ کا ارشاد ہے۔

الخلق کلھم عیال اللہ واحب الخلق الی اللہ من احسن الی عیالہ (۹۱)	تمام مخلوق اللہ کا کنبہ ہے اور اللہ کے نزدیک محبوب وہ ہے جو اس کے کنبہ کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔

خلق خدا کے لئے محبت و شفقت ہر مومن سے مطلوب ہے۔ حضور اکرمؐ سے مروی احادیث میں لوگوں کے ساتھ نرم روی کو خصوصی اہمیت دی گئی عائشہؓ کہتی ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا!

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان اللہ یحب الرفق فی الامر کلہ (۹۲) — اللہ تعالیٰ تمام معاملات میں نرمی کو پسند کرتا ہے۔

نفع بخش و فیض رسانی اولیں خلق ہے جس کے لئے حضور علیہ السلام نے توجہ دلائی۔ آپؐ نے فرمایا:

خیر الناس من ینفع الناس (۹۳) — لوگوں میں سے بہتر وہ ہے جو انسانوں کو نفع پہنچاتا ہے۔

یہ نفع بخشی بغیر کسی ذاتی غرض و مصلحت کے ہے۔ رشتہ داروں' عام ضرورتمندوں' عام انسانوں حتیٰ کہ جانوروں سے حسن سلوک پسندیدہ رویہ ہے۔ بدسلوکی اور ضرر رسانی ناپسندیدہ رویہ ہے آنحضورؐ سے مروی ہے۔

ان شرالناس عنداللہ منزلتہ یوم القیامتہ من ترکہ الناس اتقاء شرہ (۹۴) — اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن رتبے کے لحاظ سے بدترین انسان وہ ہو گا جس کے شر کے ڈر سے لوگ اسے چھوڑ دیں۔

اسی طرح آنحضورؐ سے مروی بعض احادیث میں اچھی بات اور اچھا عمل پسندیدہ قرار دیا گیا ہے اور اگر انسان کو اس پر قدرت نہ ہو تو برائی کرنے اور ضرر پہنچانے سے گریز کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ مندرجہ ذیل احادیث میں حکمت نبوی کا ابلاغ ملاحظہ فرمائیں۔

من کان یومن باللہ والیوم الاخر فلیقل خیرا اولیصمت (۹۵) — جو اللہ تعالیٰ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے اچھی بات کہنی چاہئے ورنہ خاموشی اختیار کرے۔

کل معروف صدقتہ (۹۶) — ہر اچھی بات صدقہ ہے۔

ابو موسیٰ اشعری روایت کرتے ہیں کہ نبیؐ نے فرمایا: ہر مسلمان پر صدقہ ہے۔ لوگوں نے کہا کہ اگر وہ نہیں کر سکتا؟ آپؐ نے فرمایا: اسے ہاتھوں کی محنت کرنی چاہئے۔ اپنے آپؐ کو بھی فائدہ پہنچائے اور صدقہ بھی کرے۔ انہوں نے کہا کہ اگر وہ نہ کر سکے یا نہ کرے؟ تو آپؐ نے فرمایا: وہ صاحب حاجت کی اعانت کرے۔ کہا گیا اگر وہ نہ کرے؟ آپؐ نے فرمایا کہ وہ بھلائی یا معروف کا حکم دے۔ حاضرین نے کہا کہ اگر وہ نہ کرے تو؟ آپؐ نے فرمایا:

فلیمسک عن الشر فانہ لہ صدقتہ (۹۷) — وہ برائی کرنے سے رک جائے یہی اس کا صدقہ ہے۔

ہمدردی و خیر خواہی کا یہ بنیادی اخلاقی اصول صرف انسانوں تک محدود نہیں یہ جانوروں اور ماحول تک کو محیط ہے۔ ایک مومن جانوروں کے ساتھ بھی نرم رویہ اختیار کرتا ہے اور درختوں اور سبزہ زمین اور فضا کو بھی محفوظ کرتا ہے۔ امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں ایک باب باندھا ہے جس کا عنوان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے "رحمتہ الناس بالبھائم" یعنی انسانوں اور جانوروں کے ساتھ مہربانی کا سلوک' اس باب میں انہوں نے مختلف احادیث درج کی ہیں۔ ہم صرف دو نقل کر رہے ہیں جن سے واضح ہو گا کہ آپؐ کے نزدیک تمام مخلوق سے حسن تعلق کتنا اہم ہے ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا:

بینما رجل یمشی بطریق اشتد علیہ العطش فوجد بئرا فنزل فیھا فشرب ثم خرج فاذا کلب یلھث یا کل الثری من العطش فقال الرجل : لقد بلغ ھذا الکلب من العطش مثل الذی کان بلغ بی۔ فنزل البئر فملا خفہ ثم امسکہ بفیہ فسقی الکلب فشکر اللہ لہ فغفرلہ قالوا: یا رسول اللہ' وان لنا فی البھائم اجرا؟ فقال فی کل ذات کبد رطبتہ اجر(۹۸)

ایک شخص رستے میں جا رہا تھا کہ اس پر پیاس کا غلبہ ہوا۔ اسے کنواں معلوم ہوا تو وہ اس میں اترا اور پانی پیا۔ پھر وہ نکلا تو اسے ایک کتا نظر آیا۔ جو پیاس سے ہانپ رہا اور مٹی کھا رہا تھا۔ اس شخص نے کہا اسے بھی پیاس لگی ہے جس طرح مجھے لگی تھی۔ پھر وہ کنوئیں میں اترا اور اپنا موزہ پانی سے بھرا اور منہ میں اٹھایا اور کتے کو پلایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کا عمل قبول کیا اور اسے بخش دیا۔ لوگوں نے کہا: یا رسول اللہؐ حیوانوں کی خدمت میں بھی اجر ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا: ہر زندگی والے کی خدمت میں اجر ہے۔

اسی طرح بقول انسؓ آپؐ نے سایہ دار درختوں اور پودوں کے بارے میں فرمایا:

ما من مسلم غرس غرسا فاکل منہ انسان او دابتہ الا کان لہ صدقہ(۹۸ الف)

کوئی مسلمان جب کوئی درخت یا پودا لگاتا ہے اور اس سے کوئی انسان یا چوپایہ کھاتا ہے تو یہ اس کی جانب سے صدقہ ہو گا۔

ایک مومن اپنے ماحول کے لئے رحمت ہے۔ وہ انسانوں اور حیوانوں کے لئے نفع بخش ہے۔ اس سے ماحول کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔ اور یہ سب کچھ محض اللہ کے لئے بغیر کسی ذاتی غرض کے ہوتا ہے۔ مومن اپنے حسن خلق اور ہمدردانہ رویہ کی وجہ سے معاشرت اور ماحول کے لئے سرتاپا رحمت ہوتا ہے۔ اس کی بات' اس کا عمل اور اس کا رویہ رحمت' محبت اور خیر خواہی کا ہوتا ہے۔ آنحضورؐ نے تو وضاحت کے ساتھ فرمادیا:

من لا یرحم لا یرحم (۹۹)

جو شخص مہربانی کا رویہ نہیں رکھتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن و سنت نے اخلاق کی ایک جامع فہرست بھی دی ہے جس سے اس کی ہمہ گیری کا احساس ہوتا ہے۔ اسلامی نقطہ نظر سے حسن اخلاق حسن حیات ہے جس کے بغیر زندگی بے معنی ہے۔

اخلاق محمدیؐ

اجمالی تعارف

گزشتہ صفحات میں ہم نے اخلاق کی اہمیت اور اسلامی اخلاق کے اصولوں کے بارے میں مختصر بحث کی ہے۔ اس کا مقصد صرف بنیادی معلومات مہیا کرنا تھا تاکہ اخلاق محمدیؐ کو سمجھنے میں آسانی ہو۔ آئندہ سطور سے قاری پر واضح ہو گا کہ محمد کریمؐ کی شخصیت تمام انبیاء و مصلحین میں منفرد حیثیت کی حامل ہے۔ آپؐ نے صرف تعلیمات ہی نہیں دیں ان پر خود عمل کر کے بھی دکھایا۔ نیز آپؐ کی تعلیمات اور آپؐ کا عمل حیات انسانی کے لئے مکمل اور معتدل نمونہ ہے۔ انہی دو امتیازات کی وجہ سے آپؐ کی ذات روشنی کا سب سے بلند اور سب سے زیادہ واضح مینار ہے۔ آپؐ نے اپنے دور کے انسانوں کو پیغام الٰہی کا صحیفہ قرآن کریم پہنچایا اور اس کی تعلیمات کی طرف دعوت دی تو اس کے ایک ایک لفظ پر عمل کر کے دکھایا۔ اسی لئے قرآن نے آپؐ کے اخلاق کے بارے میں گواہی دی:

وانک لعلی خلق عظیم (۱۰۰) — اے پیغمبرؐ آپؐ اخلاق کے بڑے درجے پر فائز ہیں۔

انسانی شخصیت کے اولین گواہ اس کے گھر کے افراد ہوتے ہیں یا وہ لوگ جن کے ساتھ اس کا اٹھنا بیٹھنا ہوتا ہے۔ بیوی سے بڑھ کر انسان کے اخلاق کا حال کسے معلوم ہوتا ہے۔ ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ جو نبوت سے پہلے اور نبوت کے بعد ۲۵ برس آپؐ کی رفاقت میں رہیں آپؐ کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار ان الفاظ میں کرتی ہیں۔ یاد رہے کہ یہ الفاظ اس وقت کہے گئے جب آپ پر نبوت کا بار گراں ڈالا گیا۔ ان الفاظ میں حسن اخلاق کی جامع تصویر دکھائی دیتی ہے۔

کلا واللہ ما یخزیک اللہ ابدا انک لتصل الرحم وتحمل الکل وتکسب المعدوم وتقری الضیف و تعین علی نوائب الحق (۱۰۱) — ہرگز نہیں، اللہ تعالیٰ کی قسم، اللہ آپؐ کو کبھی غمگین نہ کرے گا، آپؐ صلہ رحم کرتے ہیں، مقروضوں کا بار اٹھاتے ہیں۔ غریبوں کی اعانت کرتے ہیں، مہمانوں کی ضیافت کرتے ہیں، حق کی حمایت کرتے ہیں اور مصیبت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں لوگوں کے کام آتے ہیں۔

ام المومنین عائشہ صدیقہؓ ازواج مطہرات میں سے ایک روشن دماغ اور عالمہ فاضلہ تھیں آپؐ نے حضور اکرمؐ کی زوجیت میں نہ صرف دینی تربیت حاصل کی بلکہ مزاج شناس نبوت کا شرف بھی حاصل کیا۔ آپؐ کی ذات بابرکات کے بارے میں ان کے بیانات معجزانہ حقیقت کا درجہ رکھتے ہیں۔ جب ایک مرتبہ کچھ صحابہ نے حضورؐ کے اخلاق کے بارے میں دریافت کیا تو آپؐ نے فرمایا:

ان خلق رسول اللہ کان رسول اللہ کا خلق قرآن تھا۔

القرآن (۱۰۲)

ایک اور موقعہ پر آنحضورؐ کے اخلاق کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں:

آنحضرت کی عادت کسی کو برا بھلا کہنے کی نہ تھی۔ برائی کے بدلے میں برائی نہیں کرتے تھے بلکہ درگذر کرتے تھے اور معاف فرما دیتے تھے۔ (۱۰۳) آپؐ کو جب دو باتوں میں اختیار دیا جاتا تو ان میں سے جو آسان ہوتی اسے اختیار فرماتے بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہو ورنہ آپؐ اس سے بہت دور ہوتے۔ آپؐ نے کبھی کسی سے اپنے ذاتی معاملے میں انتقام نہیں لیا لیکن کوئی احکام الٰہی کو توڑتا اسکو سزا ملتی (۱۰۴)۔ ام المومنین عائشہؓ سے احادیث امام مسلم کی الجامع اور سنن ابو داؤد وغیرہ میں مروی ہیں جن میں خلق کی ساری تفصیلات ذکر کی گئی ہیں۔

اسی طرح حضرت علیؓ آپؐ کے اخلاق کی تصویر کشی کرتے ہیں۔ حضرت علیؓ آنحضورؐ کی تربیت و صحبت میں رہے۔ زندگی کے ۲۳ برسوں پر پھیلی ہوئی یہ رفاقت مشاہدے کا بہترین ذریعہ ہے۔ حسینؓ نے ایک دفعہ جب آپؐ سے آنحضورؐ کے اخلاق کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا: آپؐ خندہ جبیں، نرم خو، مہربان طبع تھے، سخت مزاج اور تنگ دل نہ تھے۔ بات بات پر شور نہیں کرتے تھے۔ کوئی برا کلمہ منہ سے کبھی نہ نکالتے تھے۔ عیب جو اور تنگ گیر نہ تھے۔ کوئی بات اگر ناپسند ہوتی تو اس سے اغماض فرماتے۔ کوئی آپؐ سے اس کی امید رکھتا تو اسے نہ مایوس کرتے اور نہ منظوری ظاہر فرماتے، بلکہ خاموش رہتے اور مزاج شناس آپؐ کے تیور سے آپؐ کا مقصد سمجھ جاتے۔ آپؐ نے تین چیزوں کو اپنے سے دور کر رکھا تھا: بحث مباحثہ، ضرورت سے زیادہ بات کرنا اور جو بات مطلب کی نہ ہو اس میں پڑنا۔ دوسروں کے متعلق بھی تین باتوں سے پرہیز کرتے تھے: کسی کو برا نہیں کہتے تھے، کسی کی عیب گیری نہیں کرتے تھے اور کسی کی اندرونی باتوں کی ٹوہ میں نہیں رہتے تھے۔ وہی باتیں کرتے تھے جن سے کوئی مفید نتیجہ نکل سکتا تھا۔ جب آپؐ بات کرتے تو صحابہ کرامؓ اس طرح خاموش ہو کر سر جھکا کر سنتے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔ جب آپؐ خاموش ہو جاتے تو پھر آپس میں بات چیت کرتے۔ کوئی دوسرا بات کرتا تو جب تک وہ ختم نہ کر لیتا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خاموشی سے سنا کرتے۔ لوگ جن باتوں پر ہنستے آپ بھی مسکرا دیتے' جن پر لوگ تعجب کرتے آپؐ بھی کرتے۔ کوئی باہر کا آدمی بیباکی سے گفتگو کرتا تو آپؐ تحمل فرماتے۔ دوسروں کے منہ اپنی تعریف سننا پسند نہیں کرتے تھے لیکن اگر کوئی آپؐ کے احسان وانعام کا شکریہ ادا کرتا تو قبول فرماتے۔ جب تک بولنے والا خود چپ نہ ہو جاتا آپؐ اس کی بات درمیان سے نہیں کاٹتے تھے۔ (۱۰۵) نہایت فیاض اور راست گو' نہایت نرم طبع اور خوش صحبت تھے۔ اگر کوئی ایک دفعہ آپؐ کو دیکھتا تو مرعوب ہو جاتا' لیکن جیسے جیسے آشنا ہوتا جاتا آپؐ سے محبت کرنے لگتا" (۱۰۶)۔

ہند بن ابی ہالہ جو گویا حضور اکرمؐ کے آغوش پروردہ تھے اپنی معرفت کی بنیاد پر آپؐ کی شخصیت کو ان الفاظ میں متعارف کراتے ہیں:

لیس بالجافی و لا المهین یعظم النعمة وان دقت لایذم منها شیئاً غیر انه لم یکن ذواقا ولا یمدحه ولا تغضبه الدنیا ولا ما کان لها' فاذا تعدی الحق لم یقم لغضبه شی حتی ینتصر له' ولا یغضب لنفسه ولا ینتصر لها (۱۰۷)

آپ نرم خو تھے سخت مزاج نہ تھے' کسی کی توہین روا نہیں رکھتے تھے چھوٹی چھوٹی باتوں پر اظہار شکر فرماتے۔ کسی چیز کو برا نہ کہتے کھانا جس قسم کا سامنے آتا تناول فرماتے اور اس کو برا بھلا نہ کہتے۔ دنیا اور اس کی چیزیں غصہ نہ دلا سکتیں۔ اگر کوئی حق کی مخالفت کرتا تو غصہ کرتے اور حق کی حمایت کرتے لیکن ذاتی معاملے پر کبھی غصہ نہیں آیا اور نہ کسی سے انتقام لیا۔

آپؐ نے جن لوگوں میں دعوت کا کام کیا ان میں مومنین صادقین بھی تھے اور منکر معاندین بھی۔ ان میں سے ہر ایک نے اپنے اپنے ظرف کے مطابق آپ کی عظمت کا اعتراف کیا ہے۔ مومنین صادقین میں جعفر طیار کا بیان قابل توجہ ہے۔ انہوں نے نجاشی کے دربار میں کھڑے ہو کر فرمایا تھا:

ایها الملک ! کنا اهل جاهلیة نعبد الاصنام وناکل المیتة و ناتی الفواحش و نقطع الارحام و نسئی الجوار و یا کل القوی منا الضعیف فکنا علی ذلک حتی بعث الله الینا رسولا منا فدعانا الی الله لنوحده و نعبده و نخلع ما کنا نعبد نحن

اے بادشاہ! ہم لوگ ایک جاہل قوم تھے' بتوں کو پوجتے تھے' مردار کھاتے تھے' بدکاریاں کرتے تھے' ہمسایوں کو ستاتے تھے۔ بھائی بھائی پر ظلم کرتا تھا' زبردست زیردستوں کو کھا جاتے تھے۔ اسی اثناء میں ایک شخص ہم میں پیدا ہوا۔ اس نے ہمیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

و ابائنا من دونه من الحجارة والاوثان وامرنا بصدق الحديث واداء الامانته وصلته الرحم و حسن الجوار والكف عن المحارم والدماء ونهانا عن الفواحش و قول الزور واكل مال اليتيم و قذف المحصنات (۱۰۸)

تعلیم دی کہ ہم پتھروں کو پوجنا چھوڑ دیں' سچ بولیں' خونریزی سے باز آئیں' یتیموں کا مال نہ کھائیں' ہمسایوں کو آرام دیں' عفیف عورتوں پر بدنامی کا داغ نہ لگائیں۔

مخالفین میں سے ابو سفیانؓ کا بیان جو انہوں نے حالت کفر میں قیصر روم کے دربار میں دیا تھا بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ اس مختصر بیان میں حضور اکرمؐ کی تعلیمات کا جو نقشہ کھینچا اس سے آپؐ کی شخصیت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ اس نے بادشاہ کے سوال پر کہا کہ رسول اللہ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا کبھی غدر نہیں کیا۔ جب ہرقل نے ابو سفیان سے آپؐ کی تعلیمات کے بارے میں پوچھا تو اس نے کہا:

يقول : اعبدوا الله وحده ولا تشركوا به شيئا واتركوا ما يقول ابائكم' و يامرنا بالصلوة والصدق والعفاف والصله (۱۰۹)

وہ کہتے ہیں: تنہا اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ تمہارے باپ دادا جو کچھ کہتے ہیں اسے ترک کرو۔ وہ نماز' صداقت' پاکدامنی اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔

ان دونوں بیانات سے واضح ہوتا ہے کہ آپؐ حسن اخلاق کے اعلیٰ معیار پر قائم ہیں۔ آپؐ کی جن تعلیمات کا ذکر کیا گیا ہے وہ صرف تعلیمات ہی نہ تھیں آپؐ کے حسن اخلاق کا عملی نمونہ بھی۔ کیونکہ آپؐ نے کوئی ایسی بات نہیں کہی جس پر خود عمل نہیں کیا اور کسی ایسی بات سے نہیں روکا جس سے خود پرہیز نہیں کیا۔ اپنوں نے اور غیروں نے حسن اخلاق کے اس پیکر کو شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا ہے۔ آنحضورؐ کی ذات میں حسن اخلاق و عمل کی جو مثالیں موجود ہیں ہم ان کو اختصار کے ساتھ پیش کریں گے تاکہ اس خلق مجسم کا نقشہ ہمارے سامنے آجائے۔

حسن اخلاق کی تعریف

حسن اخلاق دراصل ان فضائل اعمال کا نام ہے جن کا صدور بے تکلف ہوتا ہے۔ جو ایک طرح سے انسان کی عادت ثانیہ ہوتے ہیں۔ ان کی دو اقسام ہیں۔ ایک قسم ان اوصاف کی ہے جو ایک انساں کی شخصیت کا حصہ ہوتے ہیں ہم انہیں صفات لازمہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ یہ اوصاف شخصیت کی ہیئت باطنہ کا حصہ ہوتے ہیں اور ان کے اظہار کے لئے کسی معمول کی احتیاج نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتی۔ یوں سمجھئے کہ یہ شخصیت کا باطنی نور ہے جو از خود ماحول کو روشن کرتا ہے۔ دوسری قسم ان اخلاق کی ہے جنہیں ہم صفات متعدیہ کہہ سکتے ہیں۔ یہ وہ صفات ہیں جو ظہور کے لئے کسی معمول کی محتاج ہوتی ہیں۔ ان کے اظہار کے لئے شخصیت متصف کے علاوہ ایک اور فریق کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔ وہ فریق ایک شخص ہو سکتا ہے' جماعت ہو سکتی ہے' معاشرہ ہو سکتا ہے یا کوئی شے ہو سکتی ہے معمول یا فریق ثانی کے بغیر اس صفت کا اظہار و ابلاغ ممکن نہیں۔ علماء اخلاق کی اصطلاح میں انہیں انفرادی اخلاق اور اجتماعی اخلاق بھی کہا جا سکتا ہے۔ پھر کسی شخصیت کے اخلاقی اوصاف کی بات کرتے ہوئے یہ بھی دیکھنا ہوتا ہے کہ وہ صرف فضائل اخلاق سے ہی متصف نہیں ہے بلکہ رذائل اخلاق سے مبرا بھی ہے۔ اسے مثبت اخلاق اور منفی اخلاق کی اصطلاحوں میں بھی بیان کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے کہ حسن خلق کا ایک مظہر' سوء خلق کے دوسرے اظہار سے ضائع ہو سکتا ہے اور ایک انسان فضیلت اخلاق سے متصف ہونے کے باوجود صاحب اخلاق نہیں تسلیم کیا جاتا۔ جزوی طور پر حسن خلق سے متصف انسان مجموعی طور پر حسن اخلاق کا حامل نہیں قرار دیا جا سکتا۔

ہم جس خلق مجسم کے اوصاف کا مطالعہ کرنے چلے ہیں وہ ایک ایسا کامل و مکمل نمونہ اخلاق ہے جس کی ذات تمام فضائل اخلاق کی جامع ہے خواہ وہ صفات لازمہ ہیں یا متعدیہ اور تمام رذائل اخلاق سے پاک ہے خواہ وہ معمولی سطح کی ہے یا شدید نوعیت کی۔ حضور اکرمؐ سے بعض ایسے امور پر اظہار ناپسندیدگی اور پرہیز منقول ہے جو عام آدمی کے لئے شاید قابل قبول ہو۔ اسی لئے آپؐ کی ذات حسن اخلاق کا ایک ایسا روشن پیکر ہے جس سے پوری حیات انسانی مستنیر ہو سکتی ہے۔ ہم سب سے پہلے صفات لازمہ ذکر کریں گے اس کے بعد صفات متعدیہ۔ ازاں بعد ان امور کا ذکر کریں گے جن سے آپ نے پرہیز کیا۔ لیکن قبل اس کے کہ ہم ان کا تفصیلاً ذکر کریں ایک بنیادی اصول بیان کرنا چاہتے ہیں جو ساری بحث کی بنیاد ہے۔ ہم ابتداء میں بیان کر آئے ہیں کہ خلق وہ عمل ہے جو بے تکلف صادر ہوتا ہے اور وقتی اور ہنگامی نوعیت کا نہیں ہوتا۔ وہ عمل جو کسی وقتی جذبے اور ہنگامی مصلحت کے تحت وجود میں آتا ہے خلق نہیں کہلا سکتا۔ کتب حدیث و سیرت میں آنحضورؐ کے جس طرز عمل کا خصوصی طور پر ذکر کیا گیا وہ آپؐ کا مسلسل عمل ہے ایسا کم ہوا ہے کہ آپؐ نے کسی اچھے عمل کا آغاز کیا ہو اور اسے چھوڑ دیا ہو۔ آپؐ کے عمل اور ارشادات سے اس کی اہمیت کا پتہ چلتا ہے۔ یہ تسلسل اور دوام کسی عمل کو خلق کا درجہ عطا کرتا ہے اور اسی تسلسل اور دوام کو ہم حضور کی سیرت کے حوالے سے جاننا چاہیں گے۔ سنت کی اصطلاح دوام عمل ہی کا دوسرا نام ہے۔ سنت کی تعریف میں ہمارے علماء نے جو لکھا ہے اس کا ماحصل یہ ہے کہ سنت وہ فعل ہے جس پر آنحضرتؐ نے ہمیشہ مداومت فرمائی بغیر کسی قوی مانع کے کبھی اس کو ترک نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمایا۔ اس لئے جس قدر سنن منقول ہیں وہ آپؐ کی استقامت حال اور مداومت عمل کی شاندار مثالیں ہیں۔

مداومت عمل

آپؐ کی حیات طیبہ کا ایک درخشاں پہلو استقامت حال اور مداومت عمل ہے۔ آپؐ نے جو عمل بھی اختیار فرمایا اس پر شدت سے قائم رہے۔ آپؐ نے جن معاملات کو اپنایا اس کی پابندی اس طرح دائمی اور غیر متبدل طریقے سے کی کہ دیکھنے والا اس کے برعکس تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ آپؐ کے تمام اعمال و اخلاق اس قدر پختہ اور مستحکم تھے کہ عمر بھر ان میں ذرہ بھر فرق نہیں پیدا ہوا۔ ام المومنین عائشہؓ سے آنحضورؐ کے دوام عمل کے بارے میں احادیث مروی ہیں۔ علقمہ کہتے ہیں کہ انہوں نے عائشہؓ سے پوچھا:

یا ام المومنین! کیف کان عمل النبی؟ ھل کان یخص شیئاً من الایام؟ قالت: لا کان عملہ دیمۃ وایکم یستطیع ما کان النبی یستطیع (۱۱۰)

ام المومنین نبیؐ کا عمل کیسا تھا؟ کیا آپؐ یہ عمل کسی خاص دن کرتے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ آپؐ کا عمل مسلسل ہوتا (جھڑی کی طرح ہوتا جو مسلسل برستی ہے) پھر فرمایا: آنحضرتؐ جو کر سکتے تھے وہ تم میں سے کون کر سکتا ہے؟

انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ سے جب سوال کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کو کون سا عمل زیادہ پسند ہے تو آپؐ نے فرمایا:

ادومھا وان قل وقال اکلفوا من الاعمال ما تطیقون (۱۱۱)

جس پر انسان مداومت اختیار کرے خواہ وہ قلیل کیوں نہ ہو۔ اس کے بعد فرمایا: (انسان) صرف انہی اعمال کو اختیار کرے جن کی وہ طاقت رکھتا ہے۔

آپؐ کے ارشادات سے جس طرح یہ واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو مسلسل عمل پسند ہے اسی طرح آپؐ سے یہ بھی مروی ہے کہ آپؐ کو بھی مداومت عمل ہی پسند تھی۔ عائشہؓ فرماتی ہیں:

کان احب العمل الی رسول اللہ الذی یدوم علیہ صاحبہ (۱۱۲)

رسول اللہؐ کو وہ عمل پسند تھا جس کا عامل اسے مداومت کے ساتھ کرے۔

آپؐ کا طرز عمل کتب سیرت و حدیث میں منقول ہے۔ آپؐ نے مداومت کو کبھی ترک نہیں کیا۔ مثلاً آپؐ رات کو تہجد کے لئے اٹھتے تو ہمیشہ اٹھتے۔ ام المومنین عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ نے رات کی عبادت کبھی ترک نہیں کی اگر کبھی مزاج اقدس ناساز ہوا یا ست ہوا تو بیٹھ کر نوافل ادا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرماتے (۱۱۳)

جس کام کا جو وقت مقرر فرمایا اس سے کبھی پیچھے نہیں ہٹے۔ صلوٰۃ' اوقات نوافل اور ان کی تعداد تسبیح و تحلیل کے اوقات' خواب اور بیداری کی ساعات' لوگوں سے ملنے جلنے کے اوقات و انداز غرضیکہ جو معمولات بنا لئے انہیں پوری طرح نبھایا۔

آپؐ کے ایک صحابی جریر بن عبداللہؓ کہتے ہیں کہ آپؐ مجھے دیکھ کر پیار سے مسکراتے تھے اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ میں خدمت اقدس میں حاضر ہوا ہوں اور آپؐ نے مسکرا نہ دیا ہو (۱۱۴) دوام عمل کا یہی طریق آپؐ کے اخلاق حسنہ کے تمام پہلوؤں میں دیکھا جا سکتا ہے اس بنیادی نکتہ کی وضاحت کے بعد اب ہم اخلاق نبویؐ کا قدرے تفصیلی ذکر کریں گے اور سب سے پہلے صفات لازمہ کو بیان کریں گے۔

صفات لازمہ

پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ وہ صفات جن کے اظہار کے لئے کسی معمول کی احتیاج نہیں ہوتی صفات لازمہ کہلاتی ہیں یہ خود بخود ظاہر ہوتی ہیں اور مشاہدہ و تجزیہ کرنے والا انسان بغیر کسی اقدام اور معالجہ کے متمتع ہوتا ہے۔ گویا ایک شمع روشن ہے جس کے وجود سے اندھیرا چھٹ رہا ہے۔ صفات لازمہ و متعدیہ کا یہ فرق نہایت لطیف ہے جسے خصوصی توجہ ہی سے محسوس کیا جا سکتا ہے۔ ذیل میں چند صفات لازمہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔

صدق

صدق وہ اخلاقی فضیلت ہے جو کئی اخلاقی فضیلتوں کی اساس ہے اس لئے اسے انسانی فضائل اخلاق میں اولین درجہ دیا جا سکتا ہے۔ صدق صفت ربانی ہے اور اس کے پرتو سے جتنا کوئی انسان منور ہوتا ہے اتنا ہی وہ اس صفت سے متصف ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے صادق القول ہونے کے بارے میں فرماتا ہے:

و من اصدق من اللہ حدیثا (۱۱۵)	اور اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر بات کا سچا کون ہے؟
ومن اصدق من اللہ قیلا (۱۱۶)	اللہ تعالیٰ سے زیادہ بات کا سچا کون ہو سکتا ہے؟
قل صدق اللہ فاتبعوا ملۃ ابراہیم حنیفا (۱۱۷)	کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا پس دین ابراہیم کی پیروی کرو۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چونکہ اللہ تعالیٰ سچا ہے اور اس کا پیغام بھی سچا ہے لہٰذا جو لوگ اس پیغام کے حامل ہیں وہ لازماً سچے ہیں۔ صداقت انبیاء کی اولیں صفت ہے جس پر نہ صرف ان کی نبوت کا انحصار ہے بلکہ ساری شریعت اور پیغمبرانہ جدوجہد کی عمارت بھی اسی پر قائم ہے۔ اسی لئے قرآن پاک نے انبیاء علیہم السلام کے تعارف میں صدق کو اساسی فضیلت کے طور پر پیش کیا۔ چند ایک انبیاء کا ذکر کافی ہو گا۔

واذکر فی الکتاب ابراہیم انہ کان صدیقا نبیا (۱۱۸)	اور کتاب میں ابراہیمؑ کو یاد کرو بیشک وہ نہایت سچے پیغمبر تھے۔
واذکر فی الکتاب ادریس انہ کان صدیقا نبیا (۱۱۹)	اور کتاب میں ادریس کا بھی ذکر کرو وہ بھی نہایت ہی سچے نبی تھے۔
واذکر فی الکتاب اسماعیل انہ کان صادق الوعد وکان رسولا نبیا (۱۲۰)	اور کتاب میں اسماعیل کا بھی ذکر کرو۔ وہ وعدے کے سچے اور ہمارے بھیجے ہوئے نبی تھے۔
یوسف ایھا الصدیق (۱۲۱)	یوسف اے بڑے سچے

ام عیسیٰ حضرت مریم کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: **وامہ صدیقۃ(۱۲۲)** اور ان کی ماں بڑی سچی تھی۔ صدق کا یہ بنیادی وصف نبوت اور پیروان نبوت کی خصوصیت قرار پایا۔ کسی جگہ فرمایا: **الصابرین والصادقین (۱۲۳)** صبر کرنے والے اور سچے اور کہیں فرمایا:

ان المسلمین والمسلمات والمومنین والمومنات والقانتین والقانتات والصادقین والصادقات... اعد اللہ لھم مغفرۃ واجرا عظیما (۱۲۴)	مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں' مومن مرد اور مومن عورتیں فرمانبردار مرد اور فرمانبردار عورتیں' راست باز مرد اور راست باز عورتیں... ان کے لئے اللہ تعالیٰ نے بخشش اور اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔

قرآن نے مومنین کو حکم دیا ہے کہ صادق لوگوں کا ساتھ دو۔ ظاہر ہے کہ یہ لوگ انبیاء اور پیروان انبیاء کے سوا اور کون ہو سکتے ہیں۔ ارشاد باری ہے:

یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ و کونوا مع الصادقین (۱۲۵)	اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور راست بازوں کے ساتھ رہو۔

قرآن و سنت نے صدق کو اس کے جامع ترین مفہوم میں استعمال کیا ہے۔ امام غزالیؒ(۱۲۶) نے صدق کی چھ قسمیں بیان کی ہیں اور قرآن و سنت سے اس کے شواہد بیان کئے ہیں۔ ہمارے پیش نظر ان کی تفصیل نہیں صرف اشارہ مقصود ہے۔ ان کے مطابق قول کا صدق' ارادہ و نیت کی صداقت' عزم کا صدق' عزم کی تکمیل میں سچائی' عمل کی صداقت اور دینداری کے مقامات و

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مراتب کی صداقت' اس فضیلت کے وسیع تر مفہوم کے معروف پہلو ہیں۔

حضور اکرمؐ کی ذات گرامی قول و فعل اور نیت و ارادہ کی صداقت کا اعلیٰ ترین نمونہ تھی۔ جیسا کہ قرآن کے بیان سے واضح ہے کہ صدق نبوت کا جزو لاینفک ہے۔ اسی لئے سرور انبیاءؑ کا اس سے متصف ہونا بدیہی بات ہے جس کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ تاہم آپؐ نے جس معاشرے میں دعوت کا آغاز کیا اور جن لوگوں کی مخالفت کا سامنا ہوا اس کا تقاضا ہے کہ ہم ان شواہد کا جائزہ لیں جو آپؐ کے مخالفین کے بیانات میں موجود ہیں۔ آپؐ نے جب اعلان نبوت کیا اور یہ کوئی معمولی اعلان نہ تھا تو کسی شخص نے آپؐ پر غلط بیانی کا الزام نہیں لگایا۔ انہیں سمجھ نہیں آتا تھا کہ وہ اس اعلان کی کیا تعبیر کریں۔ حضورؐ کی صداقت' راست گفتاری اور بے داغ عملی زندگی کے باعث آپؐ کی طرف جھوٹ منسوب کرنے کی جرات نہیں کرپاتے تھے۔ لہٰذا کبھی کہا کہ شاید ان کے حواس درست نہیں کبھی کہا شاعر ہیں اور کبھی کہا کہ سحرزدہ ہیں۔ قریش اس صورت حال سے اس قدر پریشان تھے کہ انہیں کوئی حل نظر نہیں آتا تھا۔ ابن ہشام نے اس مشکل کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: ایک روز سرداران قریش مجلس میں بیٹھے آپؐ کا ذکر کر رہے تھے کہ ان کے سب سے زیادہ جہاندیدہ نضر بن حارث نے کہا: اے قریش! تم پر جو مصیبت آئی ہے اب تک تم اس کا علاج نہیں کر سکے۔ محمدؐ تمہارے سامنے بچپن سے جوان ہوا اور وہ تم میں سب سے زیادہ پسندیدہ' صادق القول اور امین تھا۔ اب جب اس کے بالوں میں سفیدی آنے لگی اور تمہارے سامنے یہ باتیں پیش کیں تو تم کہتے ہو وہ ساحر ہے' کاہن ہے' شاعر ہے' مجنوں ہے۔ خدا کی قسم میں نے اس کی باتیں سنی ہیں۔ محمدؐ میں ان میں سے کوئی بات بھی نہیں تم پر یہ کوئی نئی مصیبت آئی ہے۔(۱۲۷)

آپؐ کا بدترین مخالف ابوجہل کہا کرتا تھا: محمدؐ! میں تم کو جھوٹا نہیں کہتا البتہ جو کچھ تم کہتے ہو اس کو صحیح نہیں سمجھتا۔ مفسرین کے مطابق قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت اسی موقع پر نازل ہوئی۔(۱۲۸)

قد نعلم انہ لیحزنک الذی یقولون فانھم لا یکذبونک ولکن الظلمین بایات اللہ یجحدون۔ (۱۲۹)	ہم جانتے ہیں پیغمبرؐ کہ ان کی باتیں آپؐ کو غمگین کرتی ہیں کیونکہ یہ لوگ تمہیں نہیں جھٹلاتے بلکہ یہ ظالم تو اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں۔

جب آپؐ کو حکم الٰہی ہوا کہ اپنے خاندان کو اسلام کی دعوت دیں تو آپؐ نے ایک پہاڑ پر چڑھ کر قریش کو پکارا۔ جب سب لوگ جمع ہوئے تو آپؐ نے فرمایا:

ان اخبر تکم ان خیلا تخرج من سفح ھذا الجبل اکنتم مصدقی قالوا:	اگر میں تم سے یہ کہوں کہ پہاڑ کے عقب سے ایک لشکر آرہا ہے تو تم کو یقین آجائے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ماجر بنا علیک کذبا (۱۳۰)
گا؟ سب نے کہا "ہاں۔" کیونکہ ہم نے آپؐ کو کبھی جھوٹ بولتے نہیں دیکھا۔

ابو سفیان ایمان لانے سے پہلے حضورؐ کے شدید مخالفین میں سے تھے۔ بلکہ جنگ بدر کے بعد تو مشرکین کی قیادت ان کے پاس تھی۔ ان سے جب قیصر روم کے دربار میں سوال کیا گیا کہ تمہارے مدعی نبوت نے دعوائے نبوت سے پہلے کبھی جھوٹ بولا تو ابو سفیان نفی کے علاوہ کوئی اور جواب نہ دے پائے۔ قیصر کی جو گفتگو منقول ہے اس میں اس نے کہا:

وسالتک هل کنتم تتهمونه بالکذب قبل ان یقول ما قال فذکرت ان لا فقد اعرف انه لم یکن لیذر الکذب علی الناس ویکذب علی الله۔ (۱۳۱)

میں نے تم سے پوچھا کہ تمہارے نزدیک وہ کبھی کذب کا مرتکب ہوا تو تم نے کہا کہ نہیں۔ مجھے یقین ہے کہ اگر وہ اللہ پر افترا باندھتا تو وہ آدمیوں پر افتراء باندھنے سے کب باز رہتا۔

حضور اکرمؐ نے قول و عمل اور ارادہ و نیت کی صداقت کا جو معیار پیش کیا اس نے امت مسلمہ پر گہرا نقش چھوڑا ہے۔ آپؐ کے اولیں اسی صفت سے متصف تھے اور کوشش کرتے کہ صدق نبوت کو ظاہری و باطنی طور پر اپنالیں۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں قرآن نے کہا:

ومن یطع الله ورسوله فاؤلئک مع الذین انعم الله علیهم من النبیین والصدیقین والشهداء والصالحین وحسن اولئک رفیقا۔ (۱۳۲)

اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے ہیں وہ (قیامت کے روز) ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے بڑا فضل کیا یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور نیک لوگ اور ان لوگوں کی رفاقت بہت ہی خوب ہے۔

قرآن نے ایمان باللہ اور ایمان بالرسالت کو صدیقیت قرار دیا ہے کیونکہ ایمان کے نتیجے میں ایک ایسا رویہ پختہ ہوتا ہے کہ انسان صداقت کے سوا کسی اور قول و فعل کو اپنا نہیں سکتا۔ صدق کا یہی رویہ صدیقیت ہے۔ فرمایا:

والذین امنوا بالله ورسله اولئک هم الصدیقون (۱۳۳)

جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے وہی صدیق ہیں

حضور اکرمؐ کے خلق عظیم نے بے شمار لوگوں کو صدیقیت کے مراتب مہیا کئے کیونکہ آپؐ کے اسوہ حسنہ نے عمل کی راہ اور شخصیت کے نور نے رستے کی روشنی مہیا کی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حیاء

آنحضورؐ نے جس معاشرہ میں جنم لیا اور جہاں ابتدائی پرورش پائی وہ ایسا معاشرہ تھا جو ربانی ہدایت سے محروم تھا اور تہذیبی قدروں کے لحاظ سے غیر ترقی یافتہ۔ ان کے قبائلی نظام کی بعض قدریں تھیں جن کا وہ لحاظ کرتے تھے لیکن انہیں کسی اخلاقی نظام میں متعین کرنا مشکل ہے۔ عرب میں گرد و پیش کے اور ممالک کی طرح شرم و حیاء کا کم لحاظ تھا۔ ننگے نہانا عام بات تھی۔ حرم کعبہ کا طواف ننگے ہو کر کرتے تھے۔(۱۳۴) عرب میں رفع حاجت کے لئے خصوصی انتظامات نہ تھے۔(۱۳۵) لوگ میدانوں میں رفع حاجت کے لئے جایا کرتے تھے اور پردہ نہیں کرتے تھے بلکہ آمنے سامنے بیٹھ جایا کرتے تھے اور ہر قسم کی بات چیت کرتے۔ آنحضرتؐ نے اس کی سخت ممانعت کی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتا ہے۔(۱۳۶) آپؐ نے حیاء کو ایک اخلاقی قدر کے طور پر عام کیا۔ آپؐ نے فرمایا:

الحیاء لایاتی الا بخیر (۱۳۷)	حیاء سے صرف بھلائی پہنچتی ہے

حیاء وہ بنیادی اخلاقی وصف ہے جس سے کئی دوسرے اخلاقی اوصاف کی پرورش ہوتی ہے۔ عفت و پاکبازی اسی کی بدولت محفوظ رہتی ہے۔ ایک دوسرے کے ساتھ مروت و چشم پوشی اسی کے باعث پیدا ہوتی ہے اور بہت سے گناہوں سے بچے رہنا حیاء کی برکت سے ہوتا ہے۔ اسی لئے آنحضورؐ سے مروی ہے:

ان مما ادرک الناس من کلام النبوۃ الاولی اذا لم تستحی فاصنع ما شئت (۱۳۸)	لوگوں نے پہلے انبیاء کی جو باتیں پائی ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ اگر تم میں شرم و حیاء نہیں تو جو چاہو کرو۔

قرآن و سنت نے فواحش و منکرات سے جس طرح روکا ہے اور حضور اکرمؐ نے حیاء کی اہمیت پر جس طرح زور دیا ہے اس سے حیاء اسلام کا ایک مخصوص اخلاقی وصف بن گیا ہے۔ اسی بناء پر حدیث میں آیا ہے:

لکل دین خلق وخلق الاسلام الحیاء (۱۳۹)	ہر دین کا ایک خاص خلق ہوتا ہے اور اسلام کا خاص خلق حیاء ہے۔

اسی طرح آپؐ نے فرمایا کہ ایمان کی ساٹھ سے اوپر کچھ شاخیں ہیں اور حیاء بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔(۱۴۰) آنحضورؐ کی ذات میں حیاء کا وصف بدرجہ اتم موجود تھا۔ خالق کائنات نے چونکہ آپؐ کو بطور نمونہ انسانیت کے سامنے پیش کرنا تھا اس لئے ہر ایسے کام سے آپؐ کی حفاظت فرمائی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو منصب نبوت کے منافی ہو سکتی تھی۔ آپؐ کے بچپن کا واقعہ ہے کہ خانہ کعبہ کی تعمیر ہو رہی تھی۔ آپؐ بھی پتھر اٹھا اٹھا لا رہے تھے۔ آپؐ کے چچا عباسؓ نے کہا تم تہبند کھول کر کندھے پر رکھ لو تاکہ پتھر کی رگڑ نہ لگے۔ ایسا کرنا تھا کہ آپؐ پر بے ہوشی طاری ہوئی اور زمین پر گر گئے۔ آنکھیں آسمان پر لگی تھیں اور زبان مبارک پر تھا میرا تہبند (ازاری ازاری) عباسؓ نے تہبند باندھ دیا۔(۱۴۱) نبی کریمؐ کے اندر حیاء کی یہ صفت جس طرح موجود تھی اس کو آپؐ کے صحابہؓ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

کان النبی اشد حیاء من العذراء فی خدرها (۱۴۲)

رسول اللہؐ پردہ نشین کنواری لڑکی سے بھی زیادہ شرمیلے تھے۔

شرم و حیاء کا اثر آپؐ کی ایک ایک ادا سے ظاہر ہوتا تھا۔ آپؐ نے کبھی کسی سے بدکلامی نہیں کی۔ بازار جاتے تو خاموشی سے گزر جاتے۔ بھری محفل میں کوئی بات ناگوار گزرتی تو زبان سے کچھ اظہار نہ فرماتے۔ چہرہ کے تاثر سے صحابہ کرامؓ متنبہ ہو جاتے۔ عریانی اور بے حیائی کی باتوں سے آپؐ کو طبعی نفرت تھی۔ نہانے اور رفع حاجت کے لئے جاہلی رویوں اور عجمی طریقوں کو ناپسند فرمایا۔ حمام میں نہانے کے عجمی طریقوں کے بارے میں فرمایا: تم جب عجم فتح کرو گے تو وہاں حمام ملیں گے ان میں جانا تو چادر کے ساتھ جانا۔ کتب احادیث میں مروی ہے کہ آپؐ نے حمام میں نہانے کو مطلقاً منع کر دیا تھا اور پھر مردوں کو پردہ کی قید کے ساتھ اجازت دی لیکن عورتوں کے لئے وہی حکم رہا۔(۱۴۳) عجمی ثقافت میں حماموں کا نظام ایسا تھا کہ کئی کئی لوگ اکٹھے داخل ہوتے اور ستر وغیرہ کا کوئی لحاظ نہ ہوتا۔ آج بھی جاہلیت جدیدہ میں عریاں و نیم عریاں نہانا ثقافت کا حصہ ہے۔ آپؐ کا معمول تھا کہ رفع حاجت کے لئے اس قدر دور نکل جاتے کہ آنکھوں سے اوجھل ہو جاتے۔ مکہ معظمہ میں جب تک قیام تھا حدود حرم سے باہر تشریف لے جاتے جس کا فاصلہ مکہ مکرمہ سے کم از کم تین میل تھا(۱۴۴)۔

حیاء کے سلسلے میں آپؐ نے جو کچھ فرمایا اور جس طرح عمل کیا وہ انسانی شرافت اور شائستگی کے لئے ایک نمونے کی حیثیت رکھتا ہے۔ آج شائستگی کی دنیا میں نرم روی (Politeness) ایک مثبت تہذیبی قدر کے طور پر مسلم ہے۔ یہ نرم روی حیاء ہی کا ایک پہلو ہے۔ البتہ اس سلسلے میں یہ پیش نظر رہنا چاہئے کہ حیاء کے معنی بزدلی اور حقائق سے گریز نہیں۔ حق کے اظہار میں نرم روی کمزوری ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کی تردید کی ہے۔ حضور اکرمؐ کے ایک رویے پر اللہ تعالیٰ نے خصوصی طور پر فرمایا:

ان ذلکم کان یوذی النبی فیستحی منکم واللہ لا یستحی من الحق (۱۴۵)

اس سے نبیؐ کو اذیت ہوتی ہے اور وہ تمہارا لحاظ کرتے تھے اور اللہ تو حق کے سلسلے میں کسی کا لحاظ نہیں کرتا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زینبؓ کے دعوت ولیمہ میں صحابہ کرامؓ کھانے کے بعد دیر تک باتیں کرتے رہے جس سے رسول اللہ کو تکلیف تو ہو رہی تھی لیکن فطری حیاء کی بنا پر اس کا اظہار نہیں کرتے تھے۔ چونکہ ایسا کرنا آداب نبوت کے خلاف تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس پر تبصرہ فرمایا۔ انصاری عورتوں کے دینی ذوق اور جستجوئے علم پر تبصرہ کرتے ہوئے عائشہؓ نے فرمایا:

نعم النساء نساء الانصار لم یکن یمنعھن الحیاء ان یتفقھن فی الدین (۱۴۶)

انصار کی عورتیں کس قدر اچھی تھی کہ دین کا علم حاصل کرنے سے ان کو حیاء نہیں روکتی تھی۔

حق کے مثبت اظہار کی حوصلہ افزائی کے باوجود حیاء ایک بنیادی اخلاقی قدر ہے جس کے بغیر اخلاقی شخصیت کی تکمیل ممکن نہیں۔ رسول کریمؐ کی ذات گرامی اس صفت کا اعلیٰ مظہر تھی۔

حلم و بردباری

حلم و بردباری کا مطلب ہے انتقام کی قدرت کے باوجود کسی ناگوار یا اشتعال انگیز بات کو برداشت کر لیا جائے اور زیادتی کرنے والے کو کوئی سزا نہ دی جائے۔ یہ صفت خداوندی ہے جو قدرت کے باوجود انسانوں کی برائیوں کو نظرانداز کرتا ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ایک نام حلیم بھی ہے۔ جس کے معنی بردبار کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا یہ نام اس کے دوسرے ناموں کے ساتھ آیا ہے مثلاً غفور کے ساتھ جس کے معنی بخشنے والا بردبار ہے جیسے' **واللہ غفور حلیم** (۱۴۷)۔ یہ دونوں اسماء مختلف انداز سے اور جگہوں پر آئے ہیں۔(۱۴۸) بعض مقامات پر یہ صفت علم کے ساتھ استعمال ہوا ہے جیسے **واللہ علیم حلیم**'(۱۴۹) **ان اللہ لعلیم حلیم**(۱۵۰) یعنی اللہ جاننے والا بردبار ہے۔ اس کے علاوہ بھی بعض اسماء کے ساتھ یہ اسم استعمال ہوا ہے۔ مثلاً

واللہ غنی حلیم(۱۵۱)

اور اللہ مستغنی اور تحمل والا ہے۔

ان تقرضوا اللہ قرضا حسنا یضاعفہ لکم ویغفرلکم واللہ شکور حلیم (۱۵۲)

اگر تم اللہ تعالیٰ کو اخلاص نیت نیک (سے) قرض دو گے تو وہ تم کو اس کا دوچند دیگا اور تمہارے گناہ بھی معاف کر دیگا اور اللہ تعالیٰ قدر شناس اور بردبار ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انبیاءؑ کو بھی صفت حلم سے متصف کیا۔ اور اسی سلسلے میں ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ کا خصوصی ذکر کیا(۱۵۳)۔ ابراہیمؑ و اسمٰعیلؑ کے حلم کا ذکر جس انداز سے ہوا ہے اس میں ایک اور پہلو کا بھی اشارہ ملتا ہے۔ ابراہیم اپنے کافر باپ کے ہاتھوں مصائب و مشکلات کا شکار رہے۔ توحید الٰہی کی مخالفت باپ اپنی قوم اور وقت کے اقتدار کا ساتھ دیتا رہا لیکن ابراہیمؑ محبت و ہمدردی کے باعث دعاء مغفرت پر آمادہ نظر آتے ہیں۔ اسمٰعیلؑ جذبہ اطاعت اور صبر و سپردگی کے باعث قربان ہونے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ اس لئے حلم محض بردباری ہی نہیں رحمدلی و صبر بھی ہے۔ قرآن ابراہیمؑ کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتا ہے:

وما كان استغفار ابراهيم لابيه الاعن موعدة وعدها اياه فلما تبين انه عدو لله تبرا منه ان ابراهيم لاواه حليم (۱۵۴)

اور ابراہیمؑ کا اپنے باپ کیلئے مغفرت مانگنا تو ایک وعدے کے سبب تھا جو وہ اس سے کر چکے تھے لیکن جب ان کو معلوم ہو گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے تو اس سے بیزار ہو گئے بلاشبہ ابراہیمؑ بڑے نرم دل اور متحمل تھے۔

آنحضورؐ کے ارشادات اور آپؐ کے عمل سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس اخلاقی فضیلت کی کتنی اہمیت ہے۔ ایک شخص نے رسولؐ اللہ سے بار بار درخواست کی کہ اسے کوئی نصیحت فرمائی جائے' آپؐ نے ہر بار جواب دیا "غصہ نہ کرو" (۱۵۵) غصہ نہ کرنا بہت مشکل بات ہے اور اگر غصہ آجائے تو اسے ضبط کرنا بہت ہی مشکل۔ یہی وجہ ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

ليس الشديد بالصرعة انما الشديد الذى يملك نفسه عند الغضب (۱۵۶)

پہلوان وہ نہیں ہے جو لوگوں کو کشتی میں پچھاڑ دے بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے نفس پر قابو رکھے۔

اسی طرح ایک اور حدیث میں مروی ہے:

من كظم غيظا وهو يستطيع ان ينفذه دعاه الله يوم القيامة على رؤس الخلائق حتى يخيره فى اى الحور شاء (۱۵۷)

جو شخص قدرت کے باوجود غصہ کو ضبط کریگا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سب کے سامنے بلا کر انعام خاص کا مستحق ٹھہرائے گا۔

حضور اکرمؐ کی زندگی شاہد ہے کہ آپؐ نے کبھی کسی سے انتقام نہیں لیا۔ عائشہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے کبھی کسی سے ذاتی معاملہ میں انتقام نہیں لیا' سوائے اس کے کہ کسی نے احکام الٰہی کی خلاف ورزی کی ہو۔ (۱۵۸) طائف والوں نے حضورؐ کے ساتھ جو تحقیر آمیز رویہ اختیار کیا تھا اس کا آپؐ کو احساس تھا اور غزوۂ طائف میں جب اہل طائف پتھر برسا رہے تھے تو نبیؐ ان کی ہدایت کے لئے دعاء مانگ رہے تھے۔ (۱۵۹) اور جب ۹ ہجری میں ان کا وفد مدینہ طیبہ آتا ہے تو آپؐ عزت و احترام سے پیش آتے ہیں اور مسجد نبوی کے صحن میں مہمان کی حیثیت سے استقبال کرتے ہیں۔ (۱۶۰)

آپؐ نے ناگوار باتوں اور ناپسندیدہ احوال پر جس طرح صبر و تحمل کا مظاہرہ کیا وہ اخلاقی زندگی میں روشن مثال ہے۔ کتب سیرت و حدیث میں ایسے بے شمار واقعات ہیں۔ ہم صرف چند ایک کا ذکر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرتے ہیں:

آنحضرتؐ کی زندگی کا بے حد تکلیف دہ واقعہ افک تھا۔ منافقین نے آپؐ کی پاک دامن زوجہ اطہر عائشہ صدیقہؓ پر نعوذ باللہ تہمت لگائی۔ پورا مدینہ شر انگیز پروپیگنڈہ کی زد میں تھا۔ عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھیوں کی مہم کے نتیجے میں مدینہ کی مسلم سوسائٹی بحران کا شکار تھی اور خود حضور اکرمؐ بے حد پریشان تھے لیکن ان انتہائی تکلیف دہ اور اذیت کے حالات میں بھی آپؐ نے صبر و تحمل کا دامن نہ چھوڑا۔ سورۃ نور کے نزول کے بعد عبداللہ بن ابی کو اس لئے سزا نہ دی کہ قانونی طور پر اس کا ثبوت نہ تھا حالانکہ حضورؐ سمیت ہر شخص اس کی کارستانیوں سے آگاہ تھا۔ غزوہ حنین میں آپؐ نے مال تقسیم فرمایا تو ایک انصاری نے کہا:

ما اراد بها وجه الله (۱۶۱) یہ تقسیم اللہ کی رضامندی کے لئے نہیں

آپؐ نے سنا تو فرمایا: اللہ تعالیٰ موسیٰ پر رحم فرمائے۔ انہیں لوگوں نے اس سے بھی زیادہ ستایا تھا۔(۱۶۲) آپؐ اس ناپسندیدہ تبصرے پر اقدام بھی کر سکتے تھے لیکن آپؐ نے صبر و تحمل سے کام لیا۔ آپؐ کے خادم خاص حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں نے سات برس حضورؐ کی خدمت کی۔ آپؐ نے کبھی یہ نہیں فرمایا: کہ تم نے یہ کام کیوں کیا یا یہ کیوں نہیں کیا؟(۱۶۳) قریش آنحضورؐ کی صرف دینی مخالفت ہی نہیں کرتے تھے بلکہ آپؐ کے ساتھ بدکلامی بھی کرتے تھے' برا بھلا بھی کہتے تھے اور گالیاں بھی دیتے تھے۔ نفرت اور دشمنی میں آپؐ کو نعوذ باللہ "مذمم" کہتے تھے۔ جب لوگوں نے اس صورت حال کا تذکرہ کیا تو آپؐ نے فرمایا: تمہیں عجیب نہیں لگتا کہ اللہ تعالیٰ قریش کی گالیوں اور لعن طعن کو کیسے مجھ سے پھیر دیتا ہے کیونکہ وہ مذمم کو گالیاں دیتے ہیں اور میں محمد ہوں۔(۱۶۴)

نبی اکرمؐ ایک دفعہ سعد بن عبادہؓ کی عیادت کے لئے سواری پر تشریف لے جا رہے تھے کہ راستے میں لوگوں کا اجتماع تھا۔ آپؐ رکے تو جلسہ میں موجود عبداللہ بن ابی نے سواری کی گرد کی وجہ سے چادر ناک پر رکھ لی اور کہا "دیکھو گرد نہ اڑاؤ۔" حضور اکرمؐ نے وہاں رک کر اسلام کی دعوت دی تو عبداللہ بن ابی نے کہا:

یاایها المرء انه لا احسن مما تقول۔ ان کان حقا فلا توذنا به فی مجلسنا وارجع الی رحلک فمن جائک منا فاقصص علیه (۱۶۵)

اے شخص! جو تم کہہ رہے ہو مجھے اچھا نہیں لگا۔ اگر یہ حق ہے تو ہمیں مجلس میں نہ ستاؤ اور اپنے مقام پر لوٹ جاؤ۔ ہم میں سے جو تمہارے پاس آئے اسے سنانا۔

عبداللہ بن رواحہؓ نے کہا آپؐ ضرور تشریف لائیں۔ بات اتنی بڑھی کہ تلواریں نکل آئیں تو رسول کریمؐ نے سمجھا بجھا کر معاملہ ٹھنڈا کیا۔ اجتماع سے اٹھ کر آپؐ سعد بن عبادہؓ کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ تم نے عبداللہ کی باتیں سنیں؟ سعد بن عبادہ نے عرض کیا:

یا رسول الله اعف عنه واصفح فلقد اے اللہ کے رسولؐ! آپؐ محسوس نہ کریں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اعطاک اللہ مااعطاک ولقد اجتمع اهل هذه البحيرة ان يتوجوه فيعصبوه فلما رد ذلک بالحق الذی اعطاک اللہ شرق بذلک (۱۶۶)

یہ وہ شخص ہے جس کے لئے آپؐ کی آمد سے پہلے اہل مدینہ نے ریاست کا تاج تیار کر لیا تھا تاکہ اسے پہنائیں۔ جب یہ منصوبہ ناکام ہو گیا حق کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو عطا کیا تو اسے شرمندگی ہوئی۔

ایسے بے شمار واقعات ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ آپؐ نے انتہائی ناگواری اور ناپسندیدگی کے احوال و کیفیات میں بھی صبر و حلم کا شاندار اسوہ چھوڑا ہے اور دنیا پر یہ واضح کیا کہ وہ اللہ کی صفت حلم کا بہترین پرتو ہیں۔

رفق و لطف

حضور اکرمؐ نرم خو اور رحمدل تھے۔ رقیق القلب اور لطیف الطبع تھے۔ رفق و لطف معاملات اور رویوں میں نرمی اور سہولت کا نام ہے۔ یہ صفت بھی اللہ کے اسم حسن لطیف کا پرتو ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کئی جگہوں پر اپنا نام لطیف بیان کیا ہے مثلاً:

الله لطيف بعباده يرزق من يشاء وهو القوى العزيز (۱۶۷)

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر لطف فرماتا ہے جس کو چاہتا ہے روزی دیتا ہے اور وہی قوت والا غالب ہے۔

ان ربی لطيف لما يشاء انه هو العليم الحكيم (۱۶۸)

بے شک میرا رب لطف کرنے والا ہے جس بات کا چاہے، بیشک وہی علم والا حکمت والا ہے۔

حدیث میں "رفیق" کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کے معنی ہیں کہ وہ اپنے بندوں کے ساتھ ان کی خبرگیری اور رزق عطا کرنے میں رفق و لطف فرماتا ہے۔ نرمی اور نرم خوئی نبوت کی صفت خاصہ ہے۔ موسیٰؑ کو تو نرم گفتاری کا حکم دیا گیا تھا۔ (۱۷۰) لیکن حضور اکرمؐ کی نرم خوئی کا خصوصی ذکر کیا گیا۔ فرمایا:

فبما رحمته من الله لنت لهم ولو كنت فظا غليظ القلب لا انفضوا من حولک (۱۷۱)

سو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سبب آپؐ ان کے لئے نرم دل ہوئے اور اگر آپؐ اکھڑ اور سخت دل ہوتے تو یہ لوگ آپؐ کے پاس سے تتر بتر ہو جاتے۔

آپؐ نے مختلف پیرایوں میں رفق و لطف کی خوبیون کو بیان کیا ہے۔ ام المومنین عائشہؓ آپؐ کے ارشاد کو ان الفاظ میں نقل کرتی ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان الرفق لا یکون فی شئی الا زانه ولا ینزع من شئی الا شانه (۱۷۲)

نرمی جس چیز میں ہو اس کو زینت دیتی ہے اور جس چیز سے الگ کرلی جاتی ہے۔ اسے بدنما بنا دیتی ہے۔

حضرت عائشہؓ ہی فرماتی ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا:

ان اللہ رفیق یحب الرفق ویعطی علی الرفق مالا یعطی علی العنف وما لا یعطی علی ماسواہ (۱۷۳)

اللہ تعالیٰ نرم خو ہے اور نرم خوئی کو پسند کرتا ہے۔ اور نرم خوئی پر جو کچھ عطا کرتا ہے وہ سختی پر نہیں اور نہ کسی اور چیز پر۔

جریر بن عبداللہؓ حضور اکرمؐ سے نقل کرتے ہیں:

من یحرم الرفق یحرم الخیر

جو نرمی سے محروم ہے وہ خیر سے محروم ہے۔

آپؐ نے اس اخلاقی وصف کی تعلیم ان الفاظ میں بھی ارشاد فرمائی:

الا اخبر کم بمن یحرم علی النار وتحرم علیہ النار علی کل قریب ھین سھل (۱۷۵)

کیا میں تمہیں بتا دوں کہ کون شخص آگ پر حرام ہے اور کس پر آگ حرام ہے۔ اس شخص پر جو لوگوں کے قریب ہو' نرم ہو اور آسان ہو۔

www.KitaboSunnat.com

حقیقت یہ کہ حلم و بردباری' عفو و درگزر' چشم پوشی اور خوش خلقی غرض ان تمام اخلاق کے عطر کا نام جن میں شان جمالی پائی جاتی ہے' یہی رفق و تلطف اور نرم دل و نرم خوئی ہے۔ (۱۷۶) حضور اکرمؐ کی رحمدلی' نرم خوئی اور رقیق القلبی کے واقعات سے کتب سیرت و حدیث بھری پڑی ہیں۔ مالک بن حویرثؓ جو ایک وفد کے ہمراہ حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور کئی روز مجلس نبویؐ سے فیض یاب ہوتے رہے۔ آپؐ کے بارے میں کہتے ہیں:

کان رسول اللہ رحیما رقیقا (۱۷۷)

آنحضرت رحیم المزاج اور رقیق القلب تھے۔

نرم روی کا ایک اہم پہلو لوگوں کے دکھ درد کا احساس اور ان کے غم میں شریک ہونا ہے۔ کوئی شخص جو سخت دل اور درشت خو ہے وہ کبھی کسی تکلیف دہ چیز یا غم انگیز صورت حال سے متاثر نہیں ہوتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ رسولؐ اللہ لوگوں کی تکلیفوں کو محسوس کرتے ہیں اور اپنی تکلیف پر رنجیدہ ہوتے ہیں۔ غزوہ احد کے بعد جب آپؐ مدینہ تشریف لائے تو گھر گھر شہیدوں کا ماتم برپا تھا۔ مستورات اپنے اپنے شہداء پر اظہار غم کر رہی تھیں۔ ان شہداء میں آپؐ کے محبوب چچا حمزہؓ بھی تھے۔ صورت حال سے آپؐ کا دل بھر آیا اور فرمایا:

لکن حمزۃ لا بواکی لہ (۱۷۸)

لیکن حمزہ کا کوئی نوحہ خواں نہیں

حضرت زینبؓ کا بچہ فوت ہونے لگا تو انہوں نے آپؐ کو بلا بھیجا اور قسم دلائی کہ ضرور تشریف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لائیں۔ سعد بن عبادہؓ معاذ بن جبلؓ ابی بن کعبؓ اور زید بن ثابتؓ بھی ساتھ تھے۔ بچے کو حضور کے سامنے لایا گیا اور وہ دم توڑ رہا تھا۔ بے اختیار آپؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ سعدؓ نے تعجب سے پوچھا یا رسولؐ اللہ! یہ کیا؟ آپؐ نے فرمایا:

لا یرحم اللہ من عبادہ الا الرحماء (۱۷۹) اللہ تعالیٰ ان بندوں پر رحم کرتا ہے جو اوروں پر رحم کرتے ہیں۔

ایک صحابی نے جاہلیت میں اپنی بیٹی زندہ گاڑ کر مارنے کا واقعہ حضورؐ کے سامنے بیان کیا تو آپؐ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے۔ آپؐ نے فرمائش کر کے اس واقعہ کو دوبارہ سنا تو اتنا روئے کہ روتے روتے چہرہ تر ہو گیا۔(۱۸۰)

طبیعت کی اس نرمی اور رحمت و شفقت نے آپؐ کو لوگوں کا محبوب بنا دیا تھا۔ آپؐ کی ہمدردی و غمگساری نے اولیں مسلم سوسائٹی کو باہم مربوط رکھا اور ان کے اندر ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہونے کا شعور عطا کیا۔ رحمت دوعالمؐ کے لطف و احسان نے انسانیت کو معیار انسانیت عطا کیا۔

تواضع

سید دوعالمؐ کو خالق کائنات نے جو مرتبہ عطا فرمایا تھا وہ بنی نوع انسان میں کسی کو نہیں ملا تھا۔ آپؐ نے خود فرمایا: **انا سید ولد ادم ولا فخر** (۱۸۱) یعنی میں بنی آدم کا سردار ہوں اور اس پر اظہار فخر نہیں کرتا۔ اللہ نے آپؐ کو "رحمتہ للعالمین" کا لقب عطا فرمایا۔ دنیوی لحاظ سے آپؐ معاشرے کے معزز فرد تھے۔ آپؐ کا خاندان عالی نسب اور صاحب فضیلت تھا۔ منصب نبوت کے باعث آپؐ کے پیروکار چشم و ابرو کے اشارے پر بڑے سے بڑا کام کر گزرنے سے دریغ نہ کرتے۔ بایں ہمہ آپؐ میں غرور کا شمہ بھر بھی نہیں آیا بلکہ آپؐ کی ذات سے تواضع کے ایسے مظاہر منقول ہیں کہ انسان محو حیرت رہ جاتا ہے۔ غریب سے غریب شخص بیمار ہوتا تو عیادت کو تشریف لے جاتے۔(۱۸۲) مفلسوں اور فقیروں کے ساتھ بیٹھتے تو اس طرح بیٹھتے کہ امتیازی حیثیت کے باوجود کوئی آپؐ کو پہچان نہ سکتا۔ کسی مجمع میں جاتے تو جہاں جگہ مل جاتی بیٹھ جاتے۔(۱۸۳) ایک دفعہ ایک شخص ملنے آیا لیکن آپؐ کی شخصیت کا رعب اس قدر طاری ہوا کہ کانپنے لگا۔ آپؐ نے فرمایا: گھبراؤ نہیں میں بادشاہ نہیں ایک قریشی عورت کا بیٹا ہوں جو سوکھا گوشت پکا کر کھایا کرتی تھی۔(۱۸۴) گھر کا کام کاج کرنے میں کوئی حرج محسوس نہ کرتے۔ کپڑوں میں پیوند لگاتے' دودھ دوہ لیتے' بازار سے سودا لاتے' غلاموں اور مسکینوں کے ساتھ بیٹھتے اور ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانے سے کبھی پرہیز نہ کیا۔(۱۸۵)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعظیم کی حدود: آپؐ کی تواضع کے مظاہر میں وہ واقعات و ارشادات ہیں جن میں آپؐ نے بیجا تعظیم سے منع کیا۔ تواضع کی انتہا یہ ہے کہ آنحضرتؐ اپنے متعلق جائز تعظیمی الفاظ بھی نہیں پسند فرمائے۔ ایک دفعہ ایک شخص نے آپؐ کو ان الفاظ سے خطاب کیا: "اے ہمارے آقا اور ہمارے آقا کے فرزند اور ہم میں سب سے بہتر اور ہم میں سب سے بہتر کے فرزند!" آپؐ نے فرمایا: لوگو پرہیزگاری اختیار کرو، شیطان تمہیں گمراہ نہ دے۔ میں عبداللہ کا بیٹا محمدؐ ہوں، خدا کا بندہ اور اس کا رسول۔ خدا کو اللہ تعالیٰ نے جو مرتبہ بخشا، میں نہیں پسند کرتا کہ تم مجھے اس سے زیادہ بڑھاؤ۔ تعظیم کے سلسلے میں آپؐ کے طرز عمل کا ایک سبب آپؐ کا یہ شعور بھی تھا کہ پچھلی قوموں نے اپنے انبیاء و صلحاء کی مبالغہ آمیز تعظیم سے شرک کا ارتکاب کیا۔ مسیحؑ کی مثال آپؐ کے سامنے تھی۔ اسی لئے آپؐ نے فرمایا:

لا تطرونی کما اطرت النصاری ابن مریم فانما انا عبدہ فقولوا عبداللہ ورسولہ۔ (۱۸۷)	میری اس قدر مبالغہ آمیز مدح نہ کرو جس قدر نصاریٰ ابن مریم کی کرتے ہیں۔ میں تو اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔

قیس بن سعدؓ کہتے ہیں کہ میں ایک دفعہ حیرہ گیا تو وہاں لوگوں کو رئیس شہر کے دربار میں اس کے سامنے سجدہ کرتے دیکھا۔ میں نے آنحضرتؐ کی خدمت میں یہ واقعہ بیان کیا اور عرض کی کہ آپؐ کو سجدہ کیا جائے تو آپؐ اس کے زیادہ مستحق ہیں۔ آپؐ نے فرمایا تم میری قبر سے گذرو گے تو سجدہ کرو گے؟ کہا نہیں۔ فرمایا تو جیتے جی بھی سجدہ نہیں کرنا چاہئے۔(۱۸۸) آنحضرتؐ کے صاحبزادے ابراہیم کا جس روز انتقال ہوا اتفاق سے اسی روز سورج گرہن لگا لوگوں نے اس واقعہ کو صاحبزادے کی وفات سے وابستہ کرنا چاہا تو آپؐ نے اسی وقت لوگوں کو مسجد میں جمع کیا اور خطبہ دیا کہ چاند اور سورج گرہن لگنا خدا کی آیات قدرت میں سے ہے۔ کسی کی زندگی اور موت سے ان کو گرہن نہیں لگتا (۱۸۹)۔ ذاتی عظمت کے لئے لوگوں کو بے وقوف بنانے والوں کے لئے اسی طرح کے واقعات سنہری مواقع ہوتے ہیں لیکن شان نبوت یہ ہے کہ انسانوں کو حقائق سے روشناس کرایا جائے اور ان کا رشتہ ذات باری سے جوڑا جائے۔

تعظیم کے سلسلے میں آپؐ کا رویہ عقیدہ توحید کے عین مطابق تھا اور اس سلسلے میں کبھی نرمی نہیں اختیار کی اور انتہائی بے تکلفی کے احوال میں بھی اس کا لحاظ رکھا۔ ایک دفعہ آپؐ معوذ بن عفراءؓ کی بیٹی (ربیع) کی شادی کے موقعہ پر ان کے گھر تشریف لے گئے۔ آپؐ دلہن کے لئے بچھائے گئے فرش پر تشریف فرما ہوئے تو گھر کی لڑکیاں آس پاس جمع ہو گئیں اور دف بجا بجا کر شہدائے بدر کا مرثیہ گانے لگیں۔ اسی دوران ایک نے یہ مصرعہ پڑھا:

وفینا نبی یعلم ما فی غد (۱۹۰)	اور ہم میں ایک نبی ہیں جو کل کی باتیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جانتے ہیں۔

آپؐ نے فوراً ٹوکا اور کہا اسے چھوڑ دو اور وہی کہو جو پہلے کہہ رہی تھیں۔

تواضع در حقیقت ایک ایسا رویہ ہے جس سے ایک انسان کی خاکساری اور نرم روی ظاہر ہوتی ہے۔ متواضع انسان ایسے تمام مظاہر سے پرہیز کرتا ہے جن سے فخر و غرور کی بو آتی ہے' بلکہ بعض ایسی باتوں سے بھی پرہیز کرتا ہے جو عام آدمی کے لئے بے مضائقہ ہوتی ہیں۔ تعظیم میں افراط تو خیر ایک دینی قباحت ہے جس کا روکنا منصب نبوت کا تقاضا تھا۔ آپؐ نے ان امور میں بھی نرم روی اختیار کی جسے کرنے میں کوئی مضائقہ نہ ہوتا۔ ایک دفعہ گھر سے باہر تشریف لائے تو لوگ تعظیماً اٹھ کھڑے ہوئے۔ آپؐ نے فرمایا:

لا تقو موا کما تقوم الاعاجم (۱۹۱) اہل عجم کی طرح نہ کھڑے ہوا کرو۔

عام حالات میں ایک انسان کے لئے متواضع رہنا ممکن ہوتا ہے لیکن قدرت اگر اسے ایسا موقعہ فراہم کرے کہ وہ اپنے معاشرے کا قوی ترین اور نمایاں ترین انسان ہے اور اس وقت بھی وہ شخص آپے سے باہر نہ ہو بلکہ عجز و انکسار کا نمونہ ہو تو یہ حقیقی تواضع ہے۔ ایک انسان جب فتح مکہ کا تصور کرتا ہے تو اس کے سامنے فاتحین کی شان کے مختلف مناظر گھومنے لگتے ہیں۔ لیکن یہاں کا منظر ہی مختلف ہے۔ یمین و یسار آپؐ کے جلو میں ہزاروں انسان چل رہے ہیں جو ایک اشارے پر سب کچھ کر گذرنے کو تیار ہیں۔ ایک جرار اور پرجوش لشکر آپؐ کے ساتھ ہے اور آپؐ فاتحانہ شان سے اس شہر میں داخل ہو رہے ہیں جہاں سے بے کسی کے عالم میں نکلے تھے۔ ظلم و جور اور اذیت و کرب کی تمام کیفیتیں قلب و ذہن میں جاگزیں ہیں لیکن مجال کہ فخر و غرور یا غضب و انتقام کا کوئی اثر اس فاتح کی ذات پر دکھائی دے۔ چشم فلک نے دیکھا کہ فاتح مکہ پر تواضع و خاکساری کی کیفیت طاری ہے۔ آپؐ جب شہر میں داخل ہوئے تو تواضعاً سر مبارک کو اس قدر جھکا دیا کہ کجاوے سے آکر مل گیا۔ (۱۹۲) تواضع اور خاکساری کا ایسا منظر تاریخ نے کم ہی دیکھا ہو گا۔

سادگی و قناعت

آنحضورؐ کی حیات طیبہ کا ایک اہم پہلو سادگی و قناعت تھا۔ کھانے پینے' پہننے اوڑھنے اٹھنے' بیٹھنے کسی چیز میں تکلف نہ تھا۔ کھانے میں جو سامنے آتا تناول فرماتے' پہننے کو موٹا جھوٹا جو مل جاتا پہن لیتے۔ زمین پر چٹائی پر' فرش پر جہاں جگہ ملتی بیٹھ جاتے (۱۹۳)۔ آپؐ کے لئے آٹے کو کبھی چھانا نہیں گیا (۱۹۴)۔ لباس میں' کھانے میں اور رہن سہن میں تکلف اور امارت پسندی سے گریز کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں جو حلال چیزیں رکھی ہیں ان سے متمتع ہونا جائز اور درست سمجھتے اور آپؐ ان سے فائدہ اٹھاتے۔ لیکن طبعاً ان اطوار سے ناگواری ہوتی جن سے ناز و نعمت اور تکلف و عیش

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پرستی ظاہر ہوتی۔ کتب حدیث میں ایسے واقعات درج ہیں جن سے آپؐ کے مزاج کا اندازہ ہوتا ہے۔ ایک دفعہ ایک شخص نے حضرت علیؓ کی دعوت کی اور کھانا پکوا کر گھر بھجوایا سیدہ فاطمہؓ نے کہا کہ رسول اللہؐ بھی تشریف لاتے اور ہمارے ساتھ کھاتے تو اچھا ہوتا۔ علیؓ کی دعوت پر آپؐ تشریف لائے دروازے پر پہنچے تو دیکھا کہ گھر میں دیواروں پر پردے لٹکے ہوئے ہیں۔ وہیں سے واپس چلے گئے۔ علیؓ نے واپسی کی وجہ دریافت کی تو فرمایا:

وما انا والدنیا وما انا والرقم (۱۹۵) — مجھے دنیا سے کیا لگاؤ اور اس کی آرائش سے کیا واسطہ

ایک انصاری نے مکان بنوایا جس کا گنبد بہت بلند تھا' آپؐ نے دیکھا تو مالک کے متعلق پوچھا۔ لوگوں نے بتایا تو خاموش ہو گئے صاحب مکان جب خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور سلام کیا تو آپؐ نے منہ پھیر لیا۔ پھر سلام کیا آپؐ نے پھر منہ موڑ لیا۔ انصاری کو سمجھ آ گئی کہ ناراضگی کی وجہ کیا ہے' جا کر گنبد کو زمین کے برابر کر دیا۔ ایک دن آپؐ بازار میں نکلے تو گنبد نظر نہ آیا۔ معلوم ہوا کہ انصاری نے اسے گرا دیا۔ ارشاد فرمایا:

کل مال یکون ھکذا فھووبال علی صاحبہ (۱۹۶) — ضروری عمارت کے سوا ہر عمارت انسان کے لئے وبال ہے۔

تعیش پسندی اور امارت کا اظہار ناپسند تھا۔ لباس میں ہمیشہ سادگی کو اختیار فرمایا۔ کبھی کوئی قیمتی چیز میسر آتی تو اسے استعمال کرنے سے احتراز فرماتے۔ ایک دفعہ کسی نے کمخواب کی قبا بھیجی۔ آپؐ نے پہن لی پھر کچھ سوچ کر اسے اتار دیا اور عمرؓ کے پاس بھیج دی۔ عمرؓ روتے ہوئے آئے اور عرض کی کہ آپؐ نے جو چیز ناپسند کی وہ مجھے عطا کی۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں نے استعمال کے لئے نہیں فروخت کرنے کے لئے بھیجی ہے۔ چنانچہ عمرؓ نے دو ہزار درہم پر فروخت کی۔

ایک دفعہ کسی نے ایک مخطط جوڑا بھیجا۔ آپؐ نے علیؓ کو عنایت فرمایا۔ وہ پہن کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو آپؐ کے چہرے پر غضب کے آثار پیدا ہوئے۔ علیؓ کہتے ہیں کہ میں واپس آیا

فشققتھا بین نسائی (۱۹۷) — تو میں نے پھاڑ کر اپنی بیویوں میں تقسیم کر دیا۔

آپؐ نے مہر کے لئے ابتداء میں سونے کی انگوٹھی بنوائی تھی۔ تقلید میں صحابہ نے بھی سونے کی انگوٹھیاں بنوائیں۔ آپؐ منبر پر بیٹھے اور انگوٹھی اتار کر پھینک دی اور فرمایا:

لا البسہ ابدا (۱۹۸) — اب کبھی نہیں پہنوں گا۔

صحابہ کرامؓ نے بھی اسی وقت اپنی انگوٹھیاں اتار کر پھینک دیں۔ آپؐ نے جس طرح سادہ زندگی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختیار فرمایا اسی طرح اہل و عیال کو بھی اختیار کرنے کی تلقین فرمائی۔ آپؐ اکثر معمولی کپڑے استعمال فرماتے۔ عمرؓ نے ایک ریشمی کپڑا (حلہ' سیراء) بکتے دیکھا تو عرض کیا یا رسول اللہ اگر آپؐ یہ کپڑا خرید لیں تو سفراء کی آمد اور جمعہ کے موقع پر استعمال کریں۔ آپؐ نے فرمایا:

انما یلبس هذه من لا خلاق له (۱۹۹)	یہ وہ پہنے جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔

اکثر موٹے جھوٹے کپڑے پہنتے تھے اور انہی کپڑوں میں وفات پائی ابو بردہ کہتے ہیں:

اخرجت الینا عائشة کساء وازارا غلیظا قالت: قبض روح النبیؐ فی هذین (۲۰۰)	عائشہؓ نے ہمیں اونی کپڑے کا ٹکڑا (چادر) اور موٹے کپڑے کا تہبند دکھایا اور فرمایا: نبی انہی دو کپڑوں میں تھے جب وفات ہوئی۔

یہ کیفیت ایک ایسے شخص کی جس کے سامنے تمام عرب حدود شام سے لے کر عدن تک فتح ہو چکا ہے اور مدینہ کی سرزمین زر و سیم سے بھر رہی تھی۔ گھر میں اکثر فاقہ رہتا تھا اور رات کو تو اکثر آپؐ اور سارا گھر بھوکا سو رہتا تھا۔

کان رسول الله یبیت اللیالی المتتابعة طاویا هو واهله لا یجدون عشاء (۲۰۱)	آپؐ اور آپؐ کے اہل و عیال مسلسل کئی کئی رات بھوکے رہ جاتے تھے کیونکہ رات کا کھانا میسر نہیں ہوتا تھا۔

عائشہؓ کے بقول دو ماہ تک مسلسل گھر میں آگ نہیں جلتی تھی۔ جب عروہ بن زبیرؓ نے پوچھا کہ آخر گذارا کس چیز پر تھا تو فرمایا:

الاسودان: التمر والماء الا انه قد کان لرسول الله جیران من الانصار کان لهم منائح و کانوا یمنحون رسول الله من ابانهم فیسقینا (۲۰۲)	دو سیاہ' یعنی کھجور اور پانی۔ البتہ رسول اللہؐ کے انصاری پڑوسی تھے ان کی دودھ دینے والی اونٹنیاں تھیں اور وہ اپنے گھر سے دودھ بھیج دیتے تو پی لیتے۔

آپؐ نے زندگی بھر چپاتی نہیں دیکھی۔ قتادہؓ کہتے ہیں کہ ہم انس بن مالکؓ کے پاس جاتے اور ان کا باورچی روٹی پکا رہا ہوتا تو انسؓ کہتے:

کلوا فما اعلم النبیؐ رای رغیفا مرققا حتی لحق بالله ولا رای شاة سمیطا بعینه قط (۲۰۳)	کھاؤ! میں نہیں جانتا کہ رسول اللہ نے زندگی بھر نرم چپاتی دیکھی ہو یا بکری کا بھنا ہوا گوشت دیکھا ہو۔

اکثر ایسا ہوتا کہ آنحضرتؐ ازواج مطہراتؓ کے پاس تشریف لاتے اور پوچھتے کہ آج کھانے کو کچھ ہے؟ عرض کرتیں نہیں! آپؐ فرماتے کہ اچھا میں نے روزہ رکھ لیا (۲۰۴)۔ عائشہؓ کہتی ہیں کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپؐ نے تمام عمر (یعنی قیام مدینہ سے وفات تک) کبھی دو وقت سیر ہو کر روٹی نہیں کھائی (۲۰۵) فدک اور خیبر وغیرہ کے ذکر میں محدثین اور ارباب سیر لکھتے ہیں کہ آپ ان کی آمدنی سے سال بھر کا خرچ لے لیا کرتے تھے۔ یہ واقعہ بظاہر مذکورہ بالا روایات کے مخالف معلوم ہوتا ہے لیکن بقول علامہ شبلی مرحوم درحقیقت دونوں صحیح ہیں۔ بے شبہ آپؐ نفقہ آمدنی میں سے لے لیتے' باقی فقراء اور اہل حاجت کو دیتے تھے لیکن آپؐ اپنے لئے جو رکھ لیتے تھے وہ بھی اہل حاجت کی نذر ہو جاتا تھا۔ (۲۰۶)

کتب احادیث میں آپؐ کی فاقہ کشی و تنگدستی' آپؐ کے زہد و قناعت اور دنیا سے بے رغبتی کے واقعات نہایت کثرت سے موجود ہیں۔ ابواب الزہد' کتاب الرقاق وغیرہ میں تفصیلات دیکھی جا سکتی ہیں۔ اس کے باوجود آپؐ کو تقشف ناپسند تھا اللہ تعالیٰ نے جائز اور حلال طریق پر جو چیزیں میسر کی ہیں ان سے متمتع نہ ہونا کفران نعمت ہے۔ غیر معمولی طور پر سخت رویہ اختیار کرنا اور اپنے آپ کو مشقت میں ڈالنا آپؐ کو پسند نہ تھا۔ انسؓ سے مروی ہے کہ تین افراد حضور اکرمؐ کے گھر آئے اور آپؐ کی عبادت کے متعلق دریافت کیا۔ جب انہیں بتایا گیا تو انہوں نے محسوس کیا کہ وہ تو کم درجے کے لوگ ہیں لہٰذا انہیں زیادہ محنت کرنی چاہئے۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ وہ ہمیشہ ساری رات عبادت کرے گا۔ دوسرے نے کہا کہ وہ ہمیشہ روزے رکھے گا۔ تیسرے نے کہا کہ وہ کبھی شادی نہیں کرے گا۔ رسول اللہ تشریف لائے تو آپؐ نے فرمایا کہ تمہیں وہ لوگ ہو جنہوں نے یہ باتیں کہی ہیں:

اما واللہ انی لاخشاکم للہ واتقاکم لہ لکنی اصوم وافطر واصلی وارقد واتزوج النساء فمن رغب عن سنتی فلیس منی (۲۰۷)

سنو! اللہ کی قسم میں تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور اس کے معاملے میں محتاط روش والا ہوں۔ لیکن میں روزے رکھتا ہوں اور چھوڑتا ہوں۔ نماز پڑھتا ہوں' سوتا ہوں اور شادیاں کرتا ہوں پھر جس نے میرے طریق سے منہ پھیرا وہ مجھ سے نہیں۔

عبداللہ بن عمروؓ نہایت مرتاض زاہد تھے۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ وہ ہمیشہ دن کو روزہ رکھیں گے اور رات بھر عبادت کریں گے۔ آنحضورؐ کو خبر دی گئی تو آپؐ کے دریافت کرنے پر انہوں نے کہا ہاں! فرمایا تمہیں اس کی طاقت نہیں روزہ رکھو اور افطار کرو' قیام اللیل کرو اور رات کو سو بھی۔ مہینے میں تین دن روزے رکھا کرو اس لئے کہ نیکی کا دس گنا بدلہ ملتا ہے۔ اور یہ صوم الدھر کی طرح ہے عبداللہ بن عمروؓ نے کہا مجھ کو اس سے زیادہ طاقت ہے فرمایا کہ اچھا تیسرے دن' عبداللہ بن عمرو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بولے میں اس سے بھی زیادہ طاقت رکھتا ہوں۔ ارشاد فرمایا ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن افطار کرو۔ یہی داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے اور یہی افضل الصیام ہے۔ عبداللہ کہتے ہیں میں نے کہا کہ مجھ کو اس سے بھی زیادہ قدرت ہے آپؐ نے فرمایا:

لا افضل من ذلک (۲۰۸) اس سے افضل نہیں۔

ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں:

فان لعینک علیک حظا وان لنفسک واھلک علیک حظا (۲۰۹) تم پر تمہاری آنکھوں کا حق ہے' اور تمہارے جسم اور اہل کا بھی حصہ ہے۔

کسی غزوہ میں ایک صحابی کا ایک غار پر گذر ہوا جس میں پانی تھا اور آس پاس کچھ بوٹیاں تھیں۔ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ مجھے ایک غار مل گیا ہے جس میں ضرورت کی سب چیزیں ہیں میرا دل چاہتا ہے کہ وہاں گوشہ نشین ہو کر ترک دنیا کر لوں۔ آپؐ نے فرمایا:

میں یہودیت یا نصرانیت لے کر دنیا میں نہیں آیا میں آسان اور سہل دین ابراہیمی لے کر آیا ہوں (۲۱۰)۔

صفات متعدیہ (اجتماعی اخلاق)

گذشتہ صفحات میں ہم نے ان اخلاق و اوصاف کا ذکر کیا جن کی حیثیت صفات لازمہ کی تھی۔ ان کی حیثیت شخصیت کے ان انوار کی سی ہے جو اپنی جلوہ ریزیوں کے لئے کسی معمول کے محتاج نہ تھے۔ صدق و صفا ہو یا زہد و قناعت' صبر و حلم اور سادگی و تواضع ہو یا رفق و لطف وہ آپؐ کی ذات بابرکات سے ہر وقت ظہور پذیر ہوتیں۔ ان پر معمول کے وجود و عدم وجود کا اثر نہیں پڑتا گو احوال و کیفیات ان کے ظہور پذیر ہونے کو یقینی بنانے میں مدد دیتی ہیں۔ صفات متعدیہ یا اجتماعی اخلاق کے زیر عنوان ہم ان محاسن اعمال کا ذکر کریں گے جو افراد اور معاشرے پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ یہ وہ اوصاف ہیں جن کی تاثیر سے دوسرے مستفید ہوتے ہیں۔ صفات لازمہ صاحب خلق کی شخصیت کا حسن اور اس کی تکمیل واضح کرتی ہیں جبکہ صفات متعدیہ فرد یا معاشرے کو حسن و خوبی عطا کرتی ہیں۔ اگر ایک شخصیت کے حسن کا اظہار ہے تو دوسری فرد اور معاشرے کو حسن و استحکام دینے کا ذریعہ۔ ایک وہ ہیں جن سے شخصیت کا نور منعکس ہوتا ہے تو دوسری وہ جن سے نور منتقل ہوتا ہے۔ اگر ایک کو شخصیت کی روشنی قرار دیا جائے تو دوسری روشن کنندہ۔ یوں محمدؐ کی ذات فضائل اخلاق اور محاسن اعمال کی نہ صرف روشن مثال ہیں بلکہ روشنی کی تقسیم کنندہ اور موثر فی الخلق بھی۔

علماء اخلاق اور آنحضورؐ کے سیرت نگاروں نے اخلاق حسنہ کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں دونوں پہلو اس طرح باہم مخلوط ہیں کہ واضح طور پر ایک کو دوسرے سے الگ نہیں کیا جا سکتا رسول اللہ کے سیرت نگاروں نے اوصاف محمدی کو باہم مرتبط پا کر کسی قسم کی تقسیم سے گریز کیا ہے۔ یہ صحیح بھی ہے کہ اس طرح کی تقسیم مصنوعی لگتی ہے کیونکہ صاحب خلق عظیم کی ذات تمام احوال انسانی پر محیط ہے۔ یہ جانتے ہوئے بھی ہم نے اس ترتیب کو اس لئے اختیار کیا ہے کہ آپؐ کی سیرت کا طالب علم مختلف زاویوں سے آپ کی شخصیت کو دیکھ بھی سکے اور مستنیر بھی ہو۔ ان تمہیدی سطور کے بعد ہم چند فضائل اعمال کا ذکر کریں گے جو ہمارے نظریے کے مطابق اس ترتیب میں بیان کئے جاسکتے ہیں:۔

شجاعت و استقلال

قدیم فلاسفہ اخلاق کے ہاں انسان کی قوت غضبیہ کے اعتدال کا نام شجاعت ہے اور اس کے افراط و تفریط سے تہور اور جبن پیدا ہوتا ہے۔ اسلام انسان کے فضائل اخلاق کو اسماء الٰہی کا پرتو قرار دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں ایسے نام ہیں جو قوت و غلبے کا اظہار کرتے ہیں۔ مثلاً جبار' متقتدر اور قوی و قادر اسی طرح قدیر' قاھر' غالب اور عزیز اللہ تعالیٰ کے کمالی اوصاف ہیں۔ جب کسی بندہ پر ان اسماء کا پرتو پڑتا ہے تو اس کے اندر شجاعت کی صفت پیدا ہوتی ہے۔ اسلام نے قوت کے بہیمی استعمال کی بجائے اخلاقی استعمال کی حوصلہ افزائی کی۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ سے یہ واضح ہوا کہ قوت ایک مثبت انسانی وصف ہے اسے ضائع کرنے اور مٹانے کی بجائے اسے مناسب رخ دینا چاہئے تاکہ انسانی کوششیں نتیجہ خیز ہوں۔ عالم اسباب میں زندگی کی بقا اور فروغ کا دار و مدار قوت کے استعمال پر ہے اور یہ صحیح استعمال ہی شجاعت ہے۔ یہ انسانی وصف' حالات و کیفیات کے لحاظ سے مختلف پیکروں میں جلوہ گر ہوتی ہے' مثلاً خودداری' حق گوئی' بلند ہمتی' استقلال و ثابت قدمی' آزادی' جدوجہد' جہاد' وقار و محنت اور صبر و سکون' قوت کا استعمال ظلم و جور کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے اور فریضہ جہاد اسی اخلاقی صفت کے ذریعے قائم ہے۔ اسلام نے اس وصف کو نیا رنگ دیا۔ شجاعت و بہادری کا تعلق گو مادی و جسمانی احوال سے ہے لیکن اسلام نے اس کی بنیاد عقیدے پر رکھی۔ صحیح ایمان اور غیر متزلزل یقین ہی شجاعت کے جوہر کی حقیقی اساس ہے۔ قرآن کے مطابق تمام امور میں فیصلہ کن ہستی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

○--- اس کے حکم کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا۔ اس کا فضل اور اس کی نصرت ہی حقیقی معاون ہے۔

○--- موت کا وقت مقرر ہے۔ اسے کوئی لا نہیں سکتا اور جب آجائے تو کوئی ٹال نہیں سکتا۔

○--- اللہ تعالیٰ کی راہ میں مرنا زندگی کا بہترین مصرف ہے۔ جو اس کے لئے لڑتا ہوا مارا گیا وہ کامیاب ہے۔

قرآن نے تو مومن کی جان و مال کو اللہ کی ملکیت قرار دیا جو اس نے جنت کے بدلے ان سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاصل کئے ہیں اور جس پر مومن راضی و خوش ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ یقاتلون فی سبیل اللہ فیقتلون و یقتلون (۲۱۱)

بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانوں کو اور مالوں کو اس قیمت پر خرید لیا ہے کہ ان کے لئے جنت ہے' اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں' پھر مارتے ہیں اور مارے جاتے ہیں۔

انبیاء کی ذات تو بدرجہ اتم اللہ تعالیٰ کے ساتھ پیوستہ و وابستہ ہوتی ہے اس لئے ان کے ہاں تو دنیوی زندگی کی کشش مفقود اور دنیوی نقصانات کا خوف بدرجہ اولی معدوم ہوتا ہے۔ اس لئے ان کا جوہر شجاعت سے متصف ہونا شرائط نبوت سے ہوتا ہے اور اللہ جل شانہ ان میں اس جوہر کو اتنا استحکام بخشتا ہے کہ وہ دوسروں کے لئے نمونہ بن جاتے ہیں۔ خاتم النبیین میں یہ وصف اپنے کمال پر موجود تھا۔ قرآن و سنت کی نصوص تصدیق کرتی ہیں اور سیرت کے واقعات اسکی تائید کرتے ہیں۔ اسی وصف نے انبیاءؑ کی قیادت کو مستحکم کیا اور اس کی بنیاد پر ان نفوس قدسیہ نے اپنے پیروؤں کو ثابت قدم رہنے پر آمادہ کیا۔ چونکہ اس کی اساس مذکورہ بالا امور ثلاثہ ہیں اس لئے انبیاء کی دعوت میں ان کی جھلکیاں نظر آتی ہیں۔ چونکہ انبیاء کی بعثت کا مقصد حق کو غالب کرنا ہوتا ہے اور اس کے لئے مسلح تصادم ناگزیر ہوتا ہے اس لئے ایسے مواقع پر انبیاء کو تائید ایزدی کی بنیاد پر خصوصی اقدامات کرنا پڑتے ہیں۔ مثلاً موسیٰ جب اپنی قوم کو آمادہ جہاد کرتے ہیں تو یہ دوں ہمت لوگ خوف کا شکار ہوتے ہیں۔ قرآن نے ان کی کیفیت کا ان الفاظ میں نقشہ کھینچا ہے:

ان فیھا قوما جبارین وانا لن ندخلھا حتی یخرجوا منھا فان یخرجوا منھا فانا داخلون (۲۱۲)

وہاں تو بڑے زبردست لوگ رہتے ہیں اور جب تک وہ اس سرزمین سے نکل نہ جائیں ہم وہاں نہیں جا سکتے ہاں اگر وہ وہاں سے نکل جائیں تو ہم جا داخل ہوں گے۔

امت موسوی کے دو صاحب استقامت افراد انہیں سمجھاتے ہیں:

فاذا دخلتموہ فانکم غلبون وعلی اللہ فتوکلوا ان کنتم مومنین (۲۱۳)

جب تم دروازے میں داخل ہو گئے تو فتح تمہاری ہے اور خدا پر ہی بھروسہ رکھو بشرطیکہ صاحب ایمان ہو۔

نبی کریمؐ کو حکم دیا گیا کہ آپؐ مومنوں کو جہاد پر آمادہ کریں اور انہیں یقین دلائیں کہ ان کی صبر و استقامت کے باعث اللہ تعالیٰ کی نصرت آئے گی اور تعداد کی قلت و کثرت کچھ اہمیت نہیں رکھتی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حکم خداوندی ہے:

یا ایھا النبی حرض المومنین علی القتال ان یکن منکم عشرون صابرون یغلبوا مائتین وان یکن منکم مائتہ یغلبوا الفا من الذین کفروا بانھم قوم لایفقھون (۲۱۴)	اے نبیؐ مومنوں کو جہاد کی ترغیب دو۔ اگر تم میں بیس آدمی ثابت قدم رہنے والے ہوں تو دو سو کافروں پر غالب رہیں گے اور اگر سو (ایسے) ہوں گے تو ہزار پر غالب رہیں گے اس لئے کہ کافر ایسے لوگ ہیں کہ کچھ بھی سمجھ نہیں رکھتے۔

آنحضرت کی پوری زندگی عزم و استقلال اور شجاعت کی زندگی ہے۔ انتہائی مشکل حالات میں بھی آپؐ کے پائے استقامت میں لغزش نہیں آئی۔ مکہ کی پر خوف اور مصائب و آلام کی زندگی میں بھی آپؐ نے عزم و ہمت سے دعوت کا کام جاری رکھا اور مدینہ میں بیسیوں معرکوں کی تیاری اور عملی شرکت نیز داخلی فتنوں اور خارجی دباؤ کے حالات میں آپؐ نے شجاعت و عزم کا مظاہرہ کیا۔ مسلمانوں نے آنحضورؐ کی قیادت میں غزوہ خندق میں کامیابی حاصل کی۔ کفار نے مدینے کا محاصرہ کر رکھا تھا اور اس وقت محصورین کی جو کیفیت تھی اس کا نقشہ قرآن نے کھینچا ہے:

اذ جاء و کم من فوقکم ومن اسفل منکم واذ زاغت الابصار وبلغت القلوب الحناجر و تظنون باللہ الظنونا ھنالک ابتلی المومنون وزلزلوا زلزالا شدیدا (۲۱۵)	اور جب وہ تمہارے اوپر اور نیچے کی طرف سے تم پر (چڑھ) آئے اور جب آنکھیں پھر گئیں اور دل (مارے دہشت کے) گلوں تک پہنچ گئے اور تم اللہ کی نسبت طرح طرح کے گمان کرنے لگے وہاں مومن آزمائے گئے اور سخت طور پر ہلائے گئے۔

ان حالات میں بھی پر سکون اور غیر متزلزل ذات حضور اکرمؐ کی تھی جو تمام دفاعی تدابیر کا انتظام اور نفاذ کر رہے تھے۔ غزوہ بدر میں جب مسلمان گھمسان کی لڑائی میں سنبھلنے کا سوچتے تو فوراً سمٹ کر دامن نبوت میں پناہ لیتے۔ حضرت علیؓ جیسا بہادر شجاع انسان آنحضورؐ کی شجاعت کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے کہ:

"جب بدر میں زور کا رن پڑا تو ہم لوگوں نے آپؐ ہی کی آڑ میں آکر پناہ لی۔ آپؐ سب سے زیادہ شجاع تھے۔ مشرکین کی صف سے اس دن آپؐ سے زیادہ کوئی قریب نہ تھا(۲۱۶)۔

غزوہ حنین میں ہوازن کے تیروں کی بارش ہوئی تو مسلمان فوج کے بڑے حصے نے میدان چھوڑ دیا۔ اس موقعہ پر آپؐ بمع چند جاں نثاروں کے میدان میں ثابت قدم رہے۔ اب آپؐ کی ذات ہی دشمن فوج کا نشانہ تھی اور نتیجہ کچھ بھی ہو سکتا تھا۔ **بایں ہمہ** آپؐ کے پائے ثبات میں لغزش نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آئی۔ حضرت براءؓ سے کسی نے پوچھا کہ وہ غزوہ حنین میں بھاگے تھے تو فرمایا کہ ہاں لیکن رسولؐ اللہ ثابت قدم رہے۔ براءؓ کے الفاظ ہیں: "اشھد علی نبی اللہ انہ ماولی" میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے نبیؐ نے منہ نہیں پھیرا۔ حقیقت یہ ہے کہ جب تیروں کی بارش ہوئی تو یہ لوگ سامنے سے ہٹ گئے (۲۱۷)۔

براءؓ کہتے ہیں کہ چند جلد باز لوگ جو کم مسلح تھے قبیلہ ہوازن کی طرف گئے اور وہ تیرانداز تھے انہوں نے ایسے بوچھاڑ کی جیسے ٹڈی دل تو یہ لوگ سامنے سے ہٹ گئے تو لوگ رسول اللہ کی طرف آئے۔ ابو سفیان بن الحارث آپؐ کے خچر کو کھینچتے تھے آپؐ خچر سے اترے دعا کی اور اللہ سے مدد مانگی آپؐ فرماتے تھے:

انا النبی لا کذب — میں نبی ہوں یہ جھوٹ نہیں'

انا ابن عبدالمطلب (۲۱۸) — میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔

اللھم نزل نصرک (۲۱۹) — اے اللہ اپنی مدد بھیج۔

براءؓ اس کیفیت کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچتے ہیں:

واللہ اذا احمر البأس نتقی بہ وان الشجاع منا للذی یحاذی بہ یعنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم (۲۲۰)

خدا کی قسم جب لڑائی انتہائی خونی ہوتی تو ہم لوگ آپؐ کی آڑ میں بچاؤ کو ڈھونڈتے ہم میں سب سے بڑا بہادر وہ شمار ہوتا جو آپؐ کے ساتھ کھڑا ہوتا۔

غزوہ حنین کے احوال کو حضرت عباسؓ اور ایاس بن سلمہؓ نے بھی بیان کیا ہے اور ان سے بھی آنحضورؐ کی شجاعت اور ثابت قدمی ہی ثابت ہوتی ہے۔ (۲۲۱)

انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ سب سے زیادہ شجاع تھے۔ ایک دفعہ مدینہ میں شور ہوا کہ دشمن آ گئے۔ لوگ مقابلے کے لئے تیار ہونے لگے۔ لیکن اس موقعہ پر سب سے پہلے جو آگے بڑھے وہ حضور اکرمؐ تھے۔ آپؐ برہنہ پشت گھوڑے پر سوار ہو کر تمام خطروں کے مقامات پر گشت لگا آئے اور لوگوں کو تسلی دی کہ کوئی خطرہ نہیں۔ آپؐ نے اس موقعہ پر گھوڑے کے بارے میں یہ الفاظ فرمائے **وجدناہ بحرا** (۲۲۲) ہم نے اسے بحر پایا۔ یہی روایت ایک دوسری جگہ زیادہ مفصل بیان کی گئی ہے (۲۲۳)

www.KitaboSunnat.com

شجاعت ہی کا ایک مظہر استقلال ہے۔ استقلال دراصل شجاعت کا مسلسل ظہور ہے۔ جنگ و خوف کی حالت میں خصوصی رویہ اگر شجاعت کہلاتا ہے۔ تو نامساعد حالات میں ثابت قدمی استقلال ہے۔ حضور اکرمؐ کی ذات میں یہ صفت بھی بدرجہ اتم موجود تھی۔ آپؐ نے نہ صرف مشکل حالات کا مقابلہ کیا بلکہ انتہائی طور پر تکلیف دہ لمحات میں بھی ہمت نہیں ہاری۔ یہ عزم و استقلال ہی تو تھا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ جاہلی عرب معاشرے میں تن تنہا دعوت الی اللہ کا بیڑہ اٹھایا اور اس کام کو بلا خوف جاری رکھا۔ غزوہ احد میں جب مشاورت کے بعد مدینہ سے باہر نکل کر مقابلے کا فیصلہ ہوا تو آپؐ زرہ پہن کر تیار ہوئے۔ صحابہؓ نے محسوس کیا تو فیصلہ بدلنے کا مشورہ دیا جس پر آپؐ نے فرمایا "پیغمبر زرہ پہن کر اتار نہیں سکتا۔(۲۲۴)

ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ آپؐ ایک غزوہ میں درخت کے نیچے آرام فرما رہے تھے اور تلوار لٹکا رکھی تھی۔ ایک اعرابی آیا اور اس نے تلوار پر قبضہ کیا اور اسے سونت کر کہا: محمدؐ! تمہیں مجھ سے کون بچا سکتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: اللہ۔ آپؐ کے اس جرات و استقلال نے اس قدر مرعوب کر دیا کہ وہ تلوار میان میں ڈال کر آپؐ کے پاس بیٹھ گیا(۲۲۵)۔

آپؐ کے عزم و استقلال کا زبردست اظہار اس وقت ہوا جب مشرکین مکہ کے خاندانی اور قبائلی دباؤ کے باعث آنحضورؐ کے قریبی معاون و غمگسار جناب ابو طالب کا ساتھ بھی چھوٹنے لگا۔ آپؐ نے اس موقعہ پر جو الفاظ کہے وہ اخلاقی قوت اور کردار کی عظمت کا بے مثال نمونہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

یاعم! واللہ لو وضعوا الشمس فی یمینی والقمر فی یساری علی ان اترک ھذا الامر حتی یظھرہ اللہ اواھلک فیہ ماترکتہ (۲۲۶)	چچا جان اگر قریشی میرے داہنے ہاتھ سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند رکھ دیں تب بھی اپنے اعلان حق سے باز نہیں آؤں گا حتی کہ اللہ حق کو غالب فرما دے یا میں اس راہ میں جان دے دوں۔

شجاعت و استقلال کی بے پناہ قوت نے ہی دعوت اسلامی کے لئے جدوجہد کے راستے ہموار کئے۔ مکی و مدنی زندگی کے تمام مراحل آپؐ کی اخلاقی قوت کے شاہد ہیں اور تاریخ کے اوراق نے اسے محفوظ کر لیا ہے۔

دیانت و امانت

اجتماعی زندگی میں سب سے زیادہ اہم حسن معاملہ ہے انسانی معاملات میں جو اخلاقی فضیلت مرکزی حیثیت کی حامل ہے وہ دیانت و امانت ہے۔ انسان اگر اپنے معاملے میں ایماندار ہو اور جس کا جو حق ہو اسے پوری طرح ادا کر دے تو اسے امانت کہتے ہیں۔ امانت ایک ایسا جوہر ہے جس پر اجتماعی زندگی کی بنیاد ہے۔ جبریلؑ چونکہ پیغام الٰہی بلا کم و کاست رسولؐ تک پہنچاتے تھے اس لئے قرآن نے انہیں امین کے لقب سے پکارا تاکہ ایک طرف قرآن کی صداقت ثابت ہو تو دوسری طرف اس کے لانے والے کا شخصی اعتماد و وقار مستحکم ہو نزول قرآن کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

وانہ لتنزیل رب العلمین نزل بہ روح	یہ قرآن پروردگار عالم کا اتارا ہوا ہے اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الامین (۲۲۷) پیغام کو لے کر امانت دار فرشتہ اترا ہے۔

اسی طرح انبیاءؑ کا ذکر کرتے ہوئے ان کی صفت امانت کا خصوصی ذکر کیا۔ تقریباً ہر نبی کی زبان سے یہ الفاظ کہلوائے:

انی لکم رسول امین (۲۲۸) میں تمہارے لئے امانتدار قاصد ہوں۔

انبیاءؑ کا پیغام دراصل احکام الٰہی کی تبلیغ و تنفیذ ہوتا ہے اس لئے وہ ایک امانت ہے۔ اس سے بھی آگے قرآن نے شریعت الٰہی کے مکلف ہونے اور خلافت کے متحمل ہونے کو بھی امانت کہا ہے۔

انا عرضنا الامانته علی السموات والارض والجبال فابین ان یحملنها واشفقن منها وحملها الانسان انه کان ظلوما جهولا (۲۲۹)

ہم نے (اپنی) امانت آسمانوں' زمین اور پہاڑوں پر پیش کی تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے اور انسان نے اسے اٹھا لیا بلاشبہ وہ ظالم و نادان ہے۔

امانت ایک بنیادی انسانی جوہر ہے جس کے بغیر انسانی شخصیت بے وقعت ہے۔ حضور اکرمؐ کی ذات میں یہ جوہر بدرجہ اتم موجود تھا۔ نبوت سے پہلے مکہ والوں کی طرف سے آپؐ کو امین کا خطاب ملا تھا۔ آپؐ اپنے کاروبار میں بھی دیانتدار تھے اور امانتوں کو محفوظ رکھنے میں بھی بے مثال تھے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ آپؐ کے پاس اپنی امانتیں رکھتے تھے۔ ہجرت کے وقت حضرت علیؓ کو یہ ذمہ داری سونپی تھی کہ وہ تمام امانتیں واپس کر دیں۔ (۲۳۰) آپؐ کے اعلان نبوت سے پہلے مشرکین مکہ کے ہاں تعمیر کعبہ میں حجر اسود رکھنے پر اختلاف پیدا ہوا۔ بالآخر یہ فیصلہ ہوا کہ جو شخص سب سے پہلے کعبہ میں داخل ہو گا اس کی بات فیصلہ کن ہو گی جب حضور اکرمؐ کے بارے میں معلوم ہوا تو سب پکار اٹھے "الصادق الامین" (۲۳۱)

نبوت سے پہلے جن لوگوں سے آپؐ کے تاجرانہ تعلقات تھے انہوں نے ہمیشہ آپؐ کی دیانت اور حسن معاملہ کا اعتراف کیا ہے۔ دیانت و امانت ہی کا ایک پہلو حسن معاملہ ہے۔ آپؐ نے اپنے ہر معاملہ کو حسن و خوبی سے نبھایا۔ کتب حدیث میں آپؐ کے معاملات کے جو واقعات منقول ہیں ان سے آپؐ کی عظمت کا اندازہ ہوتا ہے۔ امام احمد نے ایک واقعہ نقل کیا ہے جو اس کا بین ثبوت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک بدو اونٹ کا گوشت بیچ رہا تھا۔ آپؐ کو خیال تھا کہ گھر میں کھجوریں موجود ہیں۔ لہٰذا آپؐ نے ایک وسق کھجوروں پر گوشت چکا لیا۔ گھر آ کر دیکھا تو کھجوریں نہیں تھیں۔ واپس تشریف لا کر گوشت بیچنے والے سے کہا کہ میں نے کھجوروں پر گوشت کا سودا کیا تھا لیکن میرے پاس تو کھجوریں نہیں ہیں۔ اس پر اس نے شور مچایا کہ مجھ سے بد دیانتی ہوئی ہے۔ لوگوں نے سمجھایا کہ رسول اللہؐ کیسے بد دیانتی کریں گے؟ آپؐ نے فرمایا' رہنے دو اسے کہنے کا حق ہے۔ اس شخص نے کئی بار یہ فقرہ دوہرایا' لوگوں نے کئی بار روکا اور آپؐ نے کئی مرتبہ یہ کہا کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسے کہنے کا حق ہے۔ اس کے بعد آپؐ نے ایک انصاریہ کے ہاں بھجوایا کہ وہ مطلوبہ قیمت کی کھجوریں حاصل کر لے۔ جب وہ کھجوریں لا کر واپس پلٹا تو آپؐ کو صحابہ کے ساتھ تشریف فرما دیکھا۔ چونکہ آپؐ کے حلم اور حسن معاملہ سے متاثر تھا اس لئے دیکھتے ہی بولا:

جزاک اللہ خیرا فقد اوفیت واطیبت (۲۳۲)

محمدؐ! اللہ آپؐ کو جزائے خیر دے تم نے قیمت پوری پوری دی اور اچھی دی۔

غزوہ حنین میں آپؐ کو کچھ اسلحہ کی ضرورت تھی۔ آپؐ نے صفوان سے کچھ زرہیں طلب کیں۔ وہ چونکہ اس وقت حالت کفر میں تھا اس لئے کہنے لگا: کیا کچھ غصب کرنے کا ارادہ ہے؟ فرمایا میں عاریتاً مانگتا ہوں اگر ان میں سے کوئی ضائع ہوئی تو میں تاوان دوں گا۔ چنانچہ انہوں نے چالیس زرہیں عاریتاً دیں۔ حنین سے واپسی کے بعد جب سامان اور اسلحہ کا جائزہ لیا گیا تو کچھ زرہیں کم نکلیں۔ آپؐ نے صفوان سے کہا: تمہاری چند زرہیں کم ہیں ان کا معاوضہ لے لو۔ صفوان نے کہا: یا رسول اللہ! میرے دل کی حالت پہلے جیسی نہیں (۲۳۳)۔ یعنی مسلمان ہو گیا اب معاوضہ کی ضرورت نہیں۔

معاملات میں دو باتوں کی بڑی اہمیت ہے ایک طے شدہ امر کا لحاظ کرنا اور دوسرے ذمہ داری کو پورا کرنا۔ حضور اکرمؐ کے اسوہ میں یہ دونوں باتیں بطریق احسن موجود ہیں۔ اگر آپؐ نے کسی کے ساتھ معاملہ کر لیا تو پھر ہر حال میں اسے پورا کیا اور اگر کوئی چیز ذمے آئی تو اس کے ادا کرنے میں کبھی پس و پیش نہیں کیا۔ یہی حسن معاملہ ہے یہی دیانت و امانت ہے۔ محدثین نے آپؐ کے احوال میں معمولی سے معمولی واقعہ کو بھی ریکارڈ کیا ہے تاکہ کوئی پہلو مخفی نہ رہے۔ ایک دفعہ آپؐ نے کسی شخص سے ایک پیالہ مستعار لیا۔ سوء اتفاق سے وہ گم ہو گیا تو آپؐ نے اس کا تاوان ادا فرمایا (۲۳۴)۔

ایک مرتبہ آپؐ نے کسی سے اونٹ قرض لیا۔ جب واپس کیا تو اس سے بہتر اونٹ واپس کیا اور فرمایا:

فان خیر کم احسنکم قضاء (۲۳۵)

سب سے بہتر وہ لوگ ہیں جو قرض کو خوش معا منگی سے ادا کرتے ہیں۔

سائب تاجر جب مسلمان ہو کر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو لوگوں نے تعریفی کلمات میں آپؐ سے ان کا تعارف کرایا۔ آپؐ نے فرمایا: میں ان کو تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ سائب نے کہا:

بلی انت و امی: کنت شریکی فنعم الشریک، کنت لا تماری ولا تمادی (۲۳۶)

میرے ماں باپ آپؐ پر فدا، آپؐ میرے شریک تجارت تھے اور آپؐ نے ہمیشہ معاملہ صاف رکھا۔

آپؐ کی شخصیت اپنے اخلاقی فضائل اور پیغمبرانہ جمال کے باعث اتنی موثر تھی کہ لوگ از خود

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اعتماد کرتے تھے۔ شخصیت کے نور کی یہ تاثیر اس وقعہ سے بھی عیاں ہے جسے دار قطنی نے اپنی "سنن" میں نقل کیا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ کے باہر ایک مختصر قافلہ آکر فروکش ہوا۔ ان کے پاس ایک سرخ رنگ کا اونٹ بھی تھا۔ اتفاقاً آپؐ کا ادھر سے گذر ہوا تو آپؐ نے اس کی قیمت دریافت کی اور پھر مول تول کئے بغیر ان کی قیمت قبول کی اور اونٹ لے کر چل دیئے۔ بعد میں لوگوں کو خیال آیا کہ انہوں نے جان پہچان کے بغیر اونٹ حوالہ کر دیا۔ انہیں اپنے رویہ پر ندامت تھی جس کے اظہار پر قافلہ میں موجود خاتون نے یہ کہہ کر تسلی دی کہ مطمئن رہو ہم نے کسی شخص کا چہرہ اتنا روشن نہیں دیکھا یعنی ایسا شخص دغا نہیں کرے گا۔ رات ہوئی تو آپؐ نے ان کے لئے کھانا اور اونٹ کی قیمت میں کھجوریں بھجوا دیں۔ (۲۳۷)

اجتماعی اخلاق میں حسن معاملہ اور دیانت و امانت ہی وہ اوصاف ہیں جو باہمی اعتماد اور محبت عطا کرتے ہیں اور سوسائٹی مستحکم ہوتی ہے۔

عدل

کسی چیز کا اس کی اپنی جگہ پر ہونا یا کسی بوجھ کو دو برابر حصوں میں اس طرح تقسیم کرنا کہ کمی بیشی نہ ہو اسے عربی میں عدل کہتے ہیں (۲۳۸)۔ عدل ایک مثبت صفت ہے جس سے ظلم کی نفی ہوتی ہے۔ عدل ہی وہ جوہر ہے جس سے نظام حیات قائم ہے۔ اس کے بغیر فرد اور معاشرہ فساد کا شکار ہو جاتا ہے۔ عدل اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور اس کے اسماء حسنیٰ میں ایک نام عدل بھی ہے۔ بعض اہل علم کے مطابق عدل کے معنی ہیں کہ اس کا فیصلہ حق ہوتا ہے وہ حق بات کہتا ہے اور وہی کرتا ہے جو حق ہے (۲۳۹)۔ قرآن پاک میں اس بات کو مختلف طریقوں سے بیان کیا گیا ہے مثلاً سورۃ غافر میں قیامت کے احوال کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی حقانیت کا ذکر ان الفاظ میں ہوا:

واللہ یقضی بالحق والذین یدعون من دونہ لایقضون بشئی (۲۴۰)	اور اللہ تعالیٰ حق کے ساتھ فیصلہ کرتا ہے اور جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ کچھ بھی حکم نہیں دے سکتے۔

اس طرح اس کی بات حق ہے وہ جو کچھ کہتا ہے اس میں حق کے سوا کچھ نہیں ہوتا' فرمایا:

واللہ یقول الحق وھویھدی السبیل (۲۴۱)	اللہ تعالیٰ حق بات کہتا ہے اور وہی سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔

ایک اور جگہ فرمایا:

وتمت کلمت ربک صدقا و عدلا لا مبدل لکلمتہ وھوالسمیع العلیم (۲۴۲)	اور آپؐ کے رب کی باتیں سچ اور عدل میں پوری ہیں۔ اس کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں اور وہ سنتا اور جانتا ہے۔

کائنات کا نظام عدل و توازن پر قائم ہے اور اس نے انسانوں کو بھی حکم دیا ہے کہ وہ عدل پر قائم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہیں۔

ان اللہ یا مر بالعدل والاحسان (۲۴۳) اللہ تم کو عدل و احسان کا حکم دیتا ہے۔

عام طور پر عدل کو ایک قانونی قدر کہا جاتا ہے اور اسے اخلاقی فضیلت کے طور پر پیش نہیں کیا جاتا حالانکہ عدل ایک اخلاقی فضیلت ہے۔ اس کی غیر موجودگی اجتماعی زندگی کو فساد سے دوچار کر دیتی ہے' معاشرہ ظلم کا شکار ہو جاتا ہے۔ بلاشبہ عدل ایک ایسی اخلاقی فضیلت ہے جس کا تعلق اجتماعی زندگی سے ہے۔ عدل اجتماعی زندگی کے توازن برقرار رکھنے کا ذریعہ ہے۔

حضور اکرمؐ کا عدل: حضور اکرمؐ اللہ تعالیٰ کی صفت عدل کا مظہر تھے۔ کون نہیں جانتا کہ جزیرۃ العرب کی فتح کے ساتھ لوگوں کے معاملات عدل و انصاف کے ساتھ طے کرنے کی ذمہ داری آپؐ پر آپڑی تھی۔ آپؐ اذیت و مصائب اور تصادم کے جن مراحل سے گذرے تھے ان کا فطری تقاضا تو یہ تھا کہ آپؐ منتقم ہوتے' مخالفین کو حد سے بڑھ کر سزا دیتے اور دوستوں اور دشمنوں کے درمیان پیدا ہونے والے مسائل میں ہمیشہ دوستوں کا ساتھ دیتے لیکن آپؐ کے حسن اخلاق نے عدل و انصاف کی شاندار مثالیں قائم کی ہیں۔ آنحضورؐ کے سامنے ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا وہ حکم رہا جس میں عدل قائم کرنے کے لئے کہا گیا۔ ارشادی باری ہے:

یا ایھا الذین امنوا کونوا قوامین للہ شھداء بالقسط ولایجرمنکم شنان قوم علی الا تعد لوا اعد لوا ھو اقرب للتقوی واتقو اللہ ان اللہ خبیر بماتعملون (۲۴۴)

اے ایمان والو! اللہ کے لئے انصاف کی گواہی دینے کے لئے کھڑے ہو جایا کرو اور لوگوں کی دشمنی تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ عدل چھوڑ دو۔ عدل کیا کرو کہ یہی تقوی کی بات ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو کچھ شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال سے خبردار ہے۔

کتب سیرت و حدیث میں آپؐ کے فیصلوں اور آپؐ کے معاملات کی جو تفصیلات موجود ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ آپؐ نے کبھی عدل کے خلاف کوئی اقدام نہیں کیا۔ جہاں تک اپنی ذات کا تعلق ہے تو اس کے لئے وہ روایت کافی ہے جسے ابن ہشام نے نقل کیا ہے۔ آپؐ نے مرض الموت میں عام لوگوں کے درمیان اعلان کیا کہ اگر میرے ذمہ کسی کا قرض آتا ہو' یا میں نے کسی کی جان و مال یا آبرو کو صدمہ پہنچایا ہو تو میری جان و مال و آبرو حاضر ہے۔ اسی دنیا میں وہ انتقام لے لے۔ مجمع میں سناٹا تھا۔ صرف ایک شخص نے چند درہم کا دعویٰ جو اسے دلوا دیئے گئے (۲۴۵)۔

لوگوں کے درمیان عدل قائم کرنے کے لئے آپؐ نے جس طرح اہتمام کیا اس کی مثالیں بھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیشمار ہیں ہم یہاں صرف چند ایک کا ذکر کریں گے۔ اہل طائف کو مصالحت پر آمادہ کرنے میں ایک عرب سردار **صخرؓ** کا خاص کارنامہ ہے کہ اس نے محاصرہ کر کے انہیں اس صلح پر تیار کیا۔ لیکن اسی **صخرؓ** کے خلاف دو شکایتوں پر آپؐ نے اس کے خلاف فیصلہ دیا۔ مغیرہ بن شعبہ ثقفیؓ نے شکایت کی اس کی پھوپھی **صخرؓ** کے قبضے میں ہے آپؐ نے اسے نہ صرف چھوڑنے کا حکم دیا بلکہ فرمایا کہ اسے گھر پہنچا آؤ۔ اس کے بعد بنو سلیم نے کہا کہ جس زمانے میں ہم کافر تھے **صخرؓ** نے ہمارے چشمے پر قبضہ کر لیا تھا۔ اب ہم اسلام لے آئے ہمارا چشمہ ہمیں واپس دلایا جائے۔ آپؐ نے **صخرؓ** کو بلایا اور فرمایا کہ جب کوئی قوم اسلام قبول کرتی ہے تو وہ اپنے جان و مال کی مالک ہو جاتی ہے۔ اس لئے ان کو ان کا چشمہ واپس دے دو۔ **صخرؓ** کو منظور کرنا پڑا۔ راوی کا بیان ہے کہ جب **صخرؓ** نے آنحضورؐ کے دونوں احکام منظور کئے تو میں نے دیکھا کہ:

وجہ رسول اللہ یتغیر عند ذلک حمرۃ حیاء (۲۴۶)

آنحضرت کے چہرے پر شرم سے سرخی آگئی

آپؐ نے عادلانہ فیصلے میں اس کے کارنامے کا لحاظ بھی نہ کیا۔ وہ شخص جو عام حالات میں صلے کا مستحق تھا آپؐ نے دونوں حکم اس کے خلاف دیئے۔

اسی طرح فاطمہ مخزومیہ کا واقعہ مشہور ہے۔ آپؐ نے سزا کا فیصلہ دیا تو آپؐ کے محبوب خاص اسامہ بن زیدؓ نے سفارش کی جس پر آپؐ کو غصہ آیا اور فرمایا:

انما اھلک الذین من قبلکم انھم کانوا اذا سرق فیھم الشریف ترکوہ واذا سرق فیھم الضعیف اقاموا علیہ الحد (۲۴۷)

بنی اسرائیل اس لئے تباہ ہوئے کہ وہ غرباء پر حد جاری کرتے اور امراء سے درگزر کرتے۔

فتح خیبر کے بعد وہاں کی زمینیں مجاہدین میں تقسیم کر دی گئی تھیں۔ عبداللہ بن سہلؓ اپنے چچا زاد بھائی محیصہؓ کے ساتھ کھجوروں کی بٹائی لینے گئے۔ عبداللہ گلی میں جا رہے تھے کہ کسی نے ان کو قتل کر دیا اور لاش گڑھے میں ڈال دی۔ محیصہؓ نے رسول اللہ کے حضور استغاثہ دائر کیا۔ آپؐ نے اس سے قسم کھانے کو کہا کہ عبداللہ کو یہودیوں نے قتل کیا ہے۔ محیصہ نے کہا: "میں نے اپنی آنکھ سے تو نہیں دیکھا" آپؐ نے فرمایا تو یہودیوں سے حلف لیا جائے۔ محیصہ نے کہا حضور! یہودیوں کی قسم کا کیا اعتبار یہ سو دفعہ جھوٹی قسم کھا لیں گے۔ خیبر میں یہودیوں کے اور کوئی قوم آباد نہ تھی۔ انہوں نے ہی عبداللہ کو قتل کیا ہو گا لیکن عینی شہادت نہ ہونے کی وجہ سے آپؐ نے انہیں کوئی سزا نہ دی اور خون بہا کے سو اونٹ بیت المال سے دلوائے (۲۴۸)۔

دار قطنی نے ایک قافلہ سے حضور کے سرخ اونٹ لینے والا واقعہ نقل کیا ہے۔ اسی کا دوسرا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حصہ یہ ہے کہ دوسرے دن یہ لوگ مدینہ میں داخل ہوئے تو آنحضورؐ خطبہ دے رہے تھے۔ طارق محاربی کہتے ہیں کہ ہمیں دیکھ کر ایک انصاری نے اٹھ کر کہا یا رسول اللہؐ یہ لوگ قبیلہ بنو ثعلبہ سے ہیں اور ان کے مورث نے ہمارے خاندان کے ایک شخص کو قتل کیا تھا اس کے بدلے میں ان کا ایک آدمی قتل کرا دیجئے۔ آپؐ نے فرمایا:

الا لا یجنی والد علی ولدہ (۲۴۹) باپ کا بدلہ بیٹے سے نہیں لیا جا سکتا

اس طرح کی بے شمار مثالیں ہیں جو آنحضورؐ کی صفت عدل کو واضح کرتی ہیں۔

جود و سخا

جود و سخا بھی ایک اہم اخلاقی فضیلت ہے بلکہ یوں کہیں کہ سچائی کے بعد یہ دوسری اہم اخلاقی فضیلت ہے۔ یہ بھی ان فضائل میں سے ہے جن کا فائدہ دوسروں کو پہنچتا ہے۔ صفات متعدیہ میں سب سے زیادہ نفع بخش اخلاقی فضیلت جود و سخا ہے۔ اس کے حقیقی معنی یہ ہیں کہ انسان بخوشی اپنے کسی حق کو دوسرے کے حوالے کر دے۔ اپنا حق معاف کرنا' اپنا ضرورت سے زائد مال عطا کرنا بلکہ اپنی ضرورت کو نظرانداز کر کے دوسرے کی ضرورت پوری کرنا سخاوت کے مفہوم میں شامل ہے۔ جود و سخا میں معمولی سطح کی عطا سے لے کر کسی کے لئے اپنی جان دے دینے کا اعلیٰ معیار شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ کو بندے کی یہ صفت بے حد پسند ہے اور اس کے مقابلے میں خود غرضی' حرص و لالچ اور بخل کو سخت ناپسند کرتا ہے۔ قرآن کی بیشمار آیات انفاق کی حوصلہ افزائی اور حب مال کی حوصلہ شکنی کرتی ہیں۔ مومن کے اوصاف میں انفاق فی سبیل اللہ کو خصوصی درجہ دیا گیا ہے۔ جود و سخا کی عظمت کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے:

فاما من اعطی و اتقی و صدق بالحسنی فسنیسرہ للیسری (۲۵۰)

تو جس نے اللہ کی راہ میں مال دیا اور تقویٰ اختیار کیا اور نیک بات کو سچ جانا اس کو ہم آسان طریقے کی توفیق دیں گے۔

وسیجنبھا الا تقی الذی یؤتی مالہ یتزکیٰ وما لا حد عندہ من نعمتہ تجزیٰ الا ابتغاء وجہ ربہ الاعلی ولسوف یرضیٰ (۲۵۱)

اور جو بڑا پرہیز گار ہے وہ (اس سے) بچا لیا جائے گا۔ جو مال دیتا ہے تاکہ پاک ہو اور (اس لئے) نہیں دیتا کہ اس پر کسی کا احسان ہے جس کا وہ بدلہ اتارتا ہے بلکہ وہ اپنے رب اعلیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے دیتا ہے۔ وہ عنقریب خوش ہو جائے گا۔

قران حب مال کی مذمت کرتا ہے اور مومنوں کو اس سے بچنے کی تلقین کرتا ہے تاکہ وہ نیکی و صداقت کی راہ پر گامزن رہیں۔ ارشاد الٰہی ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ویل لکل همزة لمزة الذی جمع مالا وعدده یحسب ان ماله اخلده (۲۵۲)

ہر طعن آمیز اشارتیں کرنے والے چغل خور کی خرابی ہے جو مال جمع کرتا اور اسے گن گن کر رکھتا ہے۔ اور خیال کرتا ہے کہ اس کا مال اس کی ہمیشہ کی زندگی کا موجب ہو گا۔

کفار کی ایک خصلت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

تحبون المال حبا جما (۲۵۳)

اور مال کو بہت ہی عزیز رکھتے ہو۔

قرآن اس اسلوب بیان سے مومنوں کے اندر ایسی اخلاقی قوت پیدا کرنا چاہتا ہے جس کے ذریعے وہ دوسروں کو اپنی ذات پر ترجیح دینے لگتے ہیں یہی فیاضی و سخاوت کی روح ہے۔ دوسروں کے فائدے کا سوچنا اور ان کے لئے ایثار کرنا حب الٰہی اور اطاعت رب کے جذبے سے ہوتا ہے اور اس میں کوئی دنیوی منفعت شامل نہیں ہوتی۔ یہی بے لوثی ایک مومن کو اس کی راہ میں بہترین مال خرچ کرنے پر آمادہ کرتی ہے اور روحانی مسرت عطا کرتی ہے۔ قرآن رہنمائی کرتے ہوئے فرماتا ہے:

لن تنا لوا البرحتی تنفقوا مما تحبون وما تنفقوا من شی فان اللہ بہ علیم (۲۵۴)

جب تک ان چیزوں میں سے جو تمہیں عزیز ہیں (اللہ کی راہ میں) صرف نہ کرو گے کبھی نیکی حاصل نہ کر سکو گے اور جو چیز تم صرف کرو گے اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے۔

انبیاء فطرتاً جود و سخا کا بہترین مظہر ہوتے ہیں کہ اس کے بغیر وہ دعوت الی اللہ کا کام کر ہی نہیں سکتے اور اپنے اپنے وقت میں وہ انسانی معاشروں کے لئے نمونہ ہوتے ہیں۔ خاتم النبیین چونکہ آنے والے تمام ادوار کے لئے اسوہ حسنہ ہیں اس لئے آپؐ کی ذات بدرجہ اتم صفات کاملہ کا نمونہ ہیں آپؐ جس طرح فطرتاً جود و سخا سے متصف تھے اس کا ذکر ابن عباس ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

کان رسول اللہ اجود الناس و کان اجود مایکون فی رمضان حین یلقاہ جبریل -- فلر رسول اللہ اجود بالخیر من الریح المرسلہ (۲۵۵)

آپؐ تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور خصوصاً رمضان کے مہینے میں زیادہ سخاوت فرماتے جب جبریل امین ان سے ملتے---- تو رسول اللہ خیر کے معاملے میں تیز ہوا سے زیادہ فیاض ہوتے۔

آپؐ نے فرمایا:

انما انا قاسم وخازن واللہ یعطی (۲۵۶)

میں تو صرف بانٹنے والا اور خازن ہوں اور دیتا اللہ ہے

آپؐ کے جود و سخا کا یہ عالم تھا کہ جو شخص بھی آیا خالی ہاتھ نہ گیا۔ آپؐ کا معمول تھا کہ اگر کچھ پاس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتا تو ضرور عطا فرماتے ورنہ وعدہ فرماتے۔ اس بنا پر لوگ آپؐ کے پاس لینے کے لئے آتے رہتے۔ کتب حدیث میں جو واقعات مذکور ہیں ان سے آپؐ کی بے پناہ فیاضی کا پتہ چلتا ہے۔ ام المومنین ام سلمہؓ بیان کرتی ہیں کہ ایک دفعہ آنحضرتؐ گھر تشریف لائے تو چہرہ متغیر تھا۔ وہ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ خیر ہے؟ فرمایا:

من اجل الدنانیر السبعته التی اتتنا امس امسینا وھی فی خصم الفراش (۲۵۷)

کل جو سات دینار آئے تھے شام ہوگئی اور وہ بستر پر پڑے رہ گئے۔

آپؐ کا معمول تھا کہ گھر میں نقد چیز ہوتی تو جب تک اسے بانٹ نہ دیتے گھر میں آرام نہ فرماتے۔ بلالؓ کے سپرد گھر کے مالی معاملات تھے۔ ابو داؤد کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں معاملات کی تنظیم کس طرح کرنا پڑتی تھی۔ روایت کے مطابق رئیس فدک نے ایک مرتبہ غلہ کے چار اونٹ آپؐ کی خدمت میں بھیجے۔ بلالؓ نے غلہ فروخت کر کے ایک یہودی کا قرض چکایا۔ آپؐ نے بلالؓ سے پوچھا کہ کچھ رقم بچ گئی ہے؟ تو بلالؓ نے اثبات میں جواب دیا۔ آپؐ نے فرمایا جب تک کچھ باقی ہے میں گھر نہیں جا سکتا۔ بلالؓ نے عرض کیا کہ کوئی سائل ہی نہیں میں کیا کر سکتا ہوں؟ لیکن حضور اکرمؐ اس پر مطمئن نہ ہوئے اور رات مسجد میں بسر کی۔ دوسرے دن بلالؓ نے تقسیم کرنے کے بعد آکر کہا یا رسول اللہ۔ اللہ نے آپؐ کو فارغ کر دیا۔ آپؐ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور گھر تشریف لے گئے (۲۵۸)۔

ایک دفعہ آپؐ عصر کی نماز پڑھ کر خلاف معمول گھر تشریف لے گئے اور پھر فوراً باہر نکل آئے۔ لوگوں کے پوچھنے پر فرمایا:

ذکرت و انا فی الصلوٰۃ تبرا عند نا فکرھت ان یمسی اویبیت عندنا فامرت بقسمتہ (۲۵۹)

مجھے نماز میں خیال آیا کہ کچھ سونا گھر میں پڑا رہ گیا ہے۔ گمان ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ رات ہو جائے اور وہ گھر میں پڑا رہ جائے اس لئے جا کر اسے خیرات کر دینے کو کہہ آیا۔

حدیث میں آتا ہے کہ ایک دفعہ بحرین سے خراج کی اتنی رقم آئی کہ اس سے پہلے کبھی نہیں آئی تھی۔ آپؐ نے فرمایا کہ اسے صحن مسجد میں ڈال دو اور مڑ کر اس پر نظر بھی نہ ڈالی نماز سے فارغ ہو کر اسے تقسیم کرنا شروع کر دیا اور بلا امتیاز جو آیا اسے دیتے چلے گئے۔ حضرت عباسؓ جو غزوہ بدر کے بعد دولتمند نہیں رہے تھے اتنا دیا کہ وہ چل نہیں سکتے تھے۔ اسی طرح اور لوگوں کو بھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عطا فرماتے۔ جب سب تقسیم ہو گیا تو دامن جھاڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے (۲۶۰)۔

ایک دفعہ ایک شخص آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دیکھا کہ بکریوں کا ریوڑ دور تک پھیلا ہوا ہے۔ حضور اکرمؐ سے درخواست کی کہ یہ سب بکریاں اسے دے دی جائیں۔ آپؐ نے سب بکریاں اسے عطا کر دیں۔ اس نے اپنے قبیلہ میں جا کر کہا:

یا قوم اسلموا فان محمدا یعطی عطاء لا یخشی الفاقۃ (۲۶۱)

اسلام قبول کر لو۔ محمدؐ ایسے فیاض ہیں کہ مفلس ہو جانے کی پرواہ نہیں کرتے۔

آپؐ نے تمام عمر کسی سوال پر "نہیں" کا لفظ نہیں فرمایا (۲۶۲)۔ ایک دفعہ چند انصار نے آپؐ سے کچھ مانگا آپؐ نے عطا کر دیا۔ پھر مانگا پھر دیا اور جب تک آپؐ کے پاس رہا آپؐ دیتے رہے یہاں تک کہ آپؐ کے پاس کچھ باقی نہ رہا۔ اس کے باوجود انہوں نے درخواست کی تو فرمایا:

ما یکون عندی من خیر فلن ادخرہ عنکم (۲۶۳)

میرے پاس جو کچھ ہو میں اس کو تم سے بچا کر نہیں رکھوں گا۔

آپؐ کی فیاضانہ روش سے لوگوں کو اتنا حوصلہ ہو گیا تھا کہ وقت کی مناسبت کا لحاظ کئے بغیر آپ سے امداد طلب کرتے۔ حدیث میں ہے کہ عین اقامت صلوٰۃ کے وقت ایک شخص نے حضورؐ کا دامن پکڑ کر کہا کہ میری حاجت ہے اور مجھے ڈر ہے کہ میں بھول نہ جاؤں لہٰذا اسے ابھی پورا کریں۔ آپؐ اس کے ساتھ تشریف لے گئے اور اس کا کام کر کے آئے تو صلوٰۃ کی تکمیل کی (۲۶۴)

آپؐ کی طبعی فیاضی انفرادی معاملات کے علاوہ ریاست کی تنظیم پر اثر انداز ہوتی تھی۔ معاشرتی فلاح اور اجتماعی بہبود کی پالیسیوں میں آپؐ کی طبعی فیاضی کا بڑا دخل ہے۔ خلق خدا کے لئے یوں تو انبیاءؑ سے بڑھ کر کوئی خیر خواہ نہیں ہوتا اور ان کی دعوت کا بنیادی پتھر ہی خیر خواہی ہے۔ لیکن آپؐ کی توجہ سے یہ خیر خواہی اسلامی ریاست کی فلاحی پالیسی کا اہم جزو قرار پائی۔ آپؐ نے حکم دے رکھا تھا کہ جو مسلمان ترکہ چھوڑ کر مرے وہ اس کے وارثوں کا حق ہے اور جو اپنے قرض چھوڑ جائے اسے میں ادا کروں گا (۲۶۵)۔

یہ آپؐ کی شخصی تاثیر تھی کہ مسلم معاشرے میں بخل اور حب مال کو کبھی پذیرائی نہیں ملی اور مسلمانوں کا مجموعی مزاج سخاوت اور فیاضی کا عمدہ نمونہ پیش کرتا ہے۔ آپؐ کا ارشاد ہے:

المؤمن غر کریم والفاجر خب لئیم (۲۶۶)

مومن سادہ اور کریم ہے اور فاجر دغاباز کمینہ ہے۔

بلاشبہ حضور اکرمؐ کی ذات گرامی جود و سخا کا اعلیٰ پیکر تھی اور آنے والی نسلوں کے لئے اسوہ حسنہ۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایثار و مہمان نوازی

اس فیاض طبعی کے دو اہم مظاہر ایثار و مہماں نوازی ہیں۔ ایک فیاض طبع انسان اپنی ضرورت کو دوسرے کے لئے قربان کر دے گا اور اگر کوئی اس کے ہاں ٹھہرنے کے لئے آئے گا تو اسے نہ صرف خوش آمدید کہے گا بلکہ اس کی خاطر مدارات بھی کرے گا۔ کتب حدیث میں آپؐ کے ایثار اور مہمان نوازی کی مثالیں موجود ہیں۔ ہم ان میں سے چند ایک کا ذکر کرتے ہیں۔

ایثار: ایثار درحقیقت فیاضی ہی کا آخری درجہ ہے اور اسلام کی دعوت اور رسول کریمؐ کے طرز عمل نے مسلمانوں کے اندر یہ جوہر پیدا کر دیا کہ وہ دوسروں کی ضرورتوں کو اپنی ضرورت پر ترجیح دیتے تھے۔ خود بھوکا رہ کر دوسروں کو کھلاتے اور خود تکلیف اٹھا کر دوسروں کو آرام پہنچاتے۔ تاریخ انسانی نے ہجرت رسولؐ کے موقع پر جو مناظر مشاہدہ کئے وہ اس پہلے دیکھے گئے اور نہ بعد میں۔ انصار مدینہ نے مہاجرین مکہ کو جس طرح خوش آمدید کہا اور جس طرح سہولتوں کی پیش کش کی وہ اپنی نظیر آپؐ ہیں (۲۶۷)۔ جب بنو نضیر کی زمین مسلمانوں کے ہاتھ آئی اور حضور اکرمؐ نے دو انصاریوں کے سوا ساری زمین مہاجروں میں تقسیم کر دی تو انصار نے رضامندی و خوش دلی سے اس فیصلے کو تسلیم کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس رویے کی تعریف فرمائی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

والذین تبوء والدار والایمان من قبلھم یحبون من ھاجر الیھم ولا یجدون فی صدورھم حاجتہ مما اوتوا ویوثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصتہ ومن یوق شح نفسہ فاولئک ھم المفلحون (۲۶۸)

اور ان لوگوں کے لئے جو مہاجرین سے پہلے ہجرت کے گھر (یعنی مدینے) میں مقیم اور ایمان میں مستقل رہے اور جو لوگ ہجرت کر کے ان کے پاس آتے ہیں ان سے محبت کرتے ہیں اور جو کچھ ان کو ملا اس سے اپنے دل میں کچھ خواہش اور خلش نہیں پاتے اور ان کو اپنی جانوں سے مقدم رکھتے ہیں خواہ ان کو خود احتیاج ہی ہو اور جو شخص حرص نفس سے بچا لیا گیا تو ایسے لوگ ہی مراد پانے والے ہیں۔

انصار کا یہ ایثار دراصل اس تاثیر کا نتیجہ تھا جو دعوت اسلامی اور خلق محمدی نے پیدا کی۔ کتب حدیث میں آپؐ کے ایثار کے جو واقعات منقول ہیں ان میں سے چند ایک پیش کئے جاتے ہیں تاکہ مسلمانوں کے اخلاقی رویوں کا منبع و مصدر معلوم ہو۔ ایک دفعہ ایک مسلمان خاتون نے اپنے ہاتھ سے چادر بن کر آنحضرتؐ کی خدمت میں پیش کی۔ آپؐ نے اس کے تحفے کو قبول کر لیا۔ اس وقت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک غریب مسلمان نے آپؐ سے مانگ لی۔ آپؐ نے اسی وقت اس کے حوالے کردی۔ صحابہ کرامؓ نے اسے سخت سست کہا کہ تم جانتے تھے کہ رسول اللہ کو اس کی ضرورت تھی اور آپؐ کسی کا سوال رد نہیں کرتے تم نے کیوں مانگ لی؟ اس نے کہا:

رجوت برکتها حین لبسها النبی صلی اللہ علیہ وسلم (۲۶۹) نبی کریمؐ کے زیب تن فرمانے کے بعد میں نے برکت کے لئے لی ہے۔

ایک صحابی نے شادی کی اور ولیمہ کے لئے اس کے پاس کچھ نہ تھا۔ حضور اکرمؐ نے اس سے کہا کہ عائشہؓ کے ہاں جاؤ اور آٹے کی ٹوکری لے آؤ۔ وہ صحابی گئے اور لے آئے۔ حالانکہ حضور اکرمؐ کے گھر اس کے سوا شام کے کھانے کو کچھ نہ تھا(۲۷۰)۔

کتب حدیث میں منقول ہے کہ آپؐ کو فاطمہؓ سے بڑی محبت تھی۔ جب کبھی آتیں تو آپؐ فرط محبت سے کھڑے ہو جاتے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے لیکن آپؐ نے ان کے لئے کبھی ایسا اہتمام نہیں کیا کہ انہیں دنیوی آسائشیں مہیا کریں۔ وہ پیغمبرؐ کی طرح عسرت کی زندگی گذارتیں۔ گھر میں خادمہ نہیں تھی خود چکی پیستیں' پانی کی مشک بھر کر لاتیں جس کی وجہ سے ہاتھوں پر گٹے اور سینے پر نیل پڑ جاتے۔ انہی حالات کی وجہ سے ایک دفعہ اپنے شوہر کے ساتھ کنیز کا مطالبہ لے کر اپنے بابا جان کے پاس گئیں۔ محبت و شفقت کرنے والے والد نے کہا:

واللہ لا اعطیکما و ادع اهل الصفته تطوی بطونهم لا اجد ما انفق علیهم (۲۷۱) بخدا! اہل صفہ کو بھوکا پیاسا چھوڑ کر تم دونوں کو کچھ نہیں دے سکتا۔

ایک دفعہ ایک غفاری آپؐ کے ہاں مہمان ہوا۔ گھر میں صرف بکری کا دودھ تھا وہ آپؐ نے اس کو دے دیا۔ نبوت کے گھرانے میں اس رات فاقہ رہا جبکہ اس سے پہلی رات بھی فاقے ہی میں گذری تھی۔(۲۷۲)

مہمان نوازی: مہمان نوازی یوں بھی عرب اخلاق کا حصہ تھی لیکن حضور اکرمؐ کی اس طرف خصوصی توجہ تھی۔ اسلام کے دائرہ اثر وسیع ہونے کی وجہ سے اطراف و جوانب سے ضیوف کی آمد رہتی۔ آپؐ کے یہ مہمان مسجد نبوی میں اتارے جاتے۔ اسی طرح بعض گھروں میں تواضع کی جاتی۔ رملہ ایک صحابیہ تھیں ان کا گھر دارالضیوف تھا(۲۷۳) ام شریک جو ایک دولتمند اور فیاض انصاریہ تھیں ان کا گھر بھی مہمان خانہ تھا۔ آپؐ مہمانوں کی خاطرداری اور تواضع فرماتے۔ جب اہل حبشہ کا وفد آیا تو آپؐ نے خود اپنے ہاں ان کو مہمان اتارا اور خود ان کی خدمت میں مصروف رہے(۲۷۴)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مہمان نوازی میں ایسا بھی ہوتا کہ گھر میں موجود سب خوراک ان کی نذر ہو جاتی اور اہل خانہ فاقہ کرتے (۲۷۵)۔

اصحاب صفہ ایک ایسا گروہ تھا جو خود کوئی کام نہیں کرتا تھا بلکہ تعلیم و عبادت میں مشغول رہتا۔ یہ ناداروں اور حاجتمندوں کی ایک جماعت تھی جو ہر وقت کی توجہ چاہتی یوں کہئے کہ یہ مسلمانوں کے مہمان عام تھے۔ حضور اکرمؐ ان کی خدمت کے لئے مسلمانوں کی توجہ دلاتے رہتے۔ لیکن حقیقت میں وہ آپؐ ہی کے مہمان تھے خانہ نبوت ہمیشہ ان کی نگہداشت کرتا رہا۔ خود فاقہ میں رہ کر بھی ان کا خیال کیا۔ اصحاب صفہ کی موجودگی نہ صرف آنجنابؐ کی مہمان نوازی اور ایثار کا ذریعہ تھی بلکہ مدینہ کی مسلم سوسائٹی کی تربیت اخلاق کا وسیلہ بھی۔ اصحاب صفہ ہی کے سلسلے میں ایک دفعہ آپؐ نے فرمایا کہ جس کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہے۔ وہ ان میں سے تین کو لے جائے اور جس کے پاس چار آدمی کا کھانا ہے وہ ان میں سے پانچ آدمیوں کو ساتھ لے جائے۔ ابوبکرؓ تین آدمیوں کو ساتھ لے گئے۔ لیکن آنحضرتؐ دس آدمیوں کو ساتھ لے گئے (۲۷۶)۔

مہمانوں کا آپؐ کتنا خیال رکھتے اور ان سے کس طرح کا سلوک کرتے اس کا اندازہ ابو بصرہ غفاری کے بیان سے ہو سکتا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب وہ کافر تھے تو مدینہ میں آنحضرت کے پاس آکر مہمان رہے اور رات کو گھر کی تمام بکریوں کا دودھ پی گئے اور رات بھر تمام اہل بیت نبوی بھوکے رہے (۲۷۷)۔

اسی طرح کا ایک واقعہ ابو ہریرہ سے مروی ہے' وہ کہتے ہیں کہ ایک رات ایک کافر آنحضرت کا مہمان ہوا۔ آپؐ نے ایک بکری کا دودھ پیش کیا وہ پی گیا' پھر دوسری بکری دوہی' وہ دودھ بھی پی گیا پھر تیسری پھر چوتھی حتیٰ کہ سات بکریوں کا دودھ پی گیا۔ آنحضرتؐ نے کسی طرح کی ناپسندیدگی کا اظہار نہیں فرمایا اور غالباً اس حسن اخلاق کی تاثیر تھی کہ وہ صبح کو مسلمان ہوا اور صرف ایک بکری کے دودھ پر اکتفا کر گیا۔ (۲۷۸)

آپؐ کی تعلیم و تربیت ہی کا نتیجہ ہے کہ مسلم معاشرہ بحیثیت مجموعی مہمان نواز اور ایثار پیشہ ہے۔ مسلمان کا دل کھلا ہے وہ مشکل حالات میں بھی ایثار و قربانی کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔

ایفاء عہد

ایفاء عہد بھی ایک بنیادی اخلاقی وصف ہے۔ اسے صدق ہی کی توسیع سمجھنا چاہئے کیونکہ وعدے کا لحاظ انسان کی صداقت کا مظہر ہے۔ انسانی شخصیت کے عیوب میں سے ایک بد عہدی ہے۔ قرآن و حدیث نے اس فضیلت کو بھی اخلاق الٰہی کے حوالے سے بیان کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی ایفاء عہد کا منبع ہے وہ اپنے بارے میں ارشاد فرماتا ہے: **ان اللہ لا یخلف**

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

المیعاد (۲۷۹) بلاشبہ اللہ تعالیٰ وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔

اس مفہوم کو قرآن پاک کے مختلف مقامات پر بیان کیا گیا ہے (۲۸۰) بلکہ ایک جگہ پر تو یوں بھی فرمایا کہ اللہ سے بڑھ کر کون ایفاء عہد کر سکتا ہے۔

ومن او فی بعھدہ من اللہ (۲۸۱) — اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ اپنے عہد کو پورا کرنے والا کون ہے

ایفاء عہد کو مومنین کی اولین صفات میں شمار کیا:

والذین ھم لامنتھم وعھدھم راعون (۲۸۲) — وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا پاس ملحوظ رکھتے ہیں:

صرف یہی نہیں بلکہ ایفاء عہد کا حکم دیا اور یہ حکم نبیؐ اور ان کی پیروی کرنے والوں کو شامل ہے:

واو فوا بعھد اللہ اذا عاھد تم ولا تنقضوا الایمان بعد توکید ھا وقد جعلتم اللہ علیکم کفیلا۔ ان اللہ یعلم ماتفعلون (۲۸۳) — اور اللہ کا نام لے کر جب تم آپس میں ایک دوسرے سے اقرار کر لو تو اس کو پورا کرو، اور قسموں کو پکی کر کے توڑا نہ کرو اور اللہ تعالیٰ کو تم نے اپنے اوپر ضامن ٹھہرایا ہے جو کچھ تم کرتے اللہ جانتا ہے۔

یا ایھا الذین امنوا اوفوا بالعقود (۲۸۴) — اے ایمان والو اپنے اقراروں کو پورا کرو۔

انبیاء ایفاء عہد کی صفت سے کاملاً متصف ہوتے ہیں اور رسولؐ اللہ اس کے مظہر اتم ہیں۔ آپؐ نے اپنے عمل اور اپنی تعلیمات سے اس اخلاقی فضیلت کو استحکام بخشا۔ عہد میں صرف قول و قرار ہی نہیں بلکہ معاشرت و معاملات کی وہ تمام صورتیں بھی ہیں جن کی پابندی انسان پر عقلی، قانونی اور شرعی طور پر لازم ہے۔ آپؐ کا ارشاد ہے **حسن العھد من الایمان** (۲۸۵) یعنی عہد کا اچھی طرح لحاظ رکھنا ایمان کی نشانی ہے۔ حافظ ابن حجر نے حاکم اور بیہقی کے حوالے سے روایت نقل کی ہے کہ ایک بڑھیا رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ آپؐ نے اس سے کہا کہ تمہارا کیا حال ہے؟ ہمارے بعد تم کیسی رہی؟ اس نے کہا اچھا حال رہا جب وہ چلی گئی تو عائشہؓ نے کہا کہ آپؐ نے اس بڑھیا کی طرف اس قدر توجہ فرمائی؟ تو آپؐ نے فرمایا خدیجہؓ کے زمانے میں ہمارے یہاں آیا کرتی تھی اور حسن عہد ایمان ہے۔ (۲۸۶)

حضرت انسؓ کے مطابق آپؐ ہر خطبہ میں ارشاد فرماتے:

لا دین لمن لا عھد لہ (۲۸۷) — جس میں عہد نہیں اس میں دین نہیں

اللہ تعالیٰ کے عہد کی پابندی سے قطع نظر عام انسانی معاملات میں آپؐ کا عمل ایک نمونہ ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپؐ کے دشمنوں کو بھی اس اخلاقی فضیلت کا اعتراف تھا۔ قیصر روم کے دربار میں ابو سفیانؓ نے جن سوالات کے جوابات دیئے ان میں ایفاء عہد بھی شامل تھا۔ ابو سفیان نے وضاحت سے کہا کہ حضور اکرمؐ نے کبھی بد عہدی نہیں کی (۲۸۸)۔ وحشی جس نے حضرت حمزہؓ کو شہید کیا تھا اور مسلمانوں کے ڈر سے شہر بہ شہر پھر رہا تھا۔ اہل طائف نے مدینہ بھیجنے کے لئے جو وفد مرتب کیا اس میں اس کا نام بھی تھا لیکن اسے ڈر تھا کہ کہیں اس سے انتقام نہ لیا جائے۔ لیکن حضور اکرمؐ کے دشمنوں نے اسے یقین دلایا کہ محمدؐ سفراء کو قتل نہیں کرتے چنانچہ وہ اس اعتماد پر حاضر ہوا اور اسلام لایا (۲۸۹)۔ صفوان ابن امیہ کا واقعہ بھی آپؐ کے ایفاء عہد کی تابندہ مثال ہے۔ صفوان قبل از اسلام حضورؐ کے شدید دشمنوں میں سے تھا۔ جب مکہ فتح ہوا تو یمن جانے کے لئے بھاگ کر جدہ آ گیا۔ عمیر بن وہب نے آنحضورؐ سے واقعہ بیان کیا تو آپؐ نے عمیر کو اپنا عمامہ عنایت کیا اور فرمایا کہ صفوان کی امان کی نشانی ہے۔ عمیرؓ عمامہ مبارک لے کر حاضر ہوا اور صفوان کو حضورؐ کی خدمت میں لایا۔ اس کے سوال پر آپؐ نے فرمایا: یہ سچ ہے کہ تمہیں امان دی ہے (۲۹۰)۔

اسی طرح ابو رافع کا معاملہ ہے جسے کتب حدیث نے نقل کیا ہے۔ ابو رافع ایک غلام تھے۔ کفار کی طرف سے سفیر بن کر مدینہ آئے۔ آنحضورؐ کی زیارت سے اسلام کی عظمت کا شعور پیدا ہو گیا حضور اکرمؐ سے درخواست کی کہ انہیں رہنے دیا جائے وہ کافروں کے ہاں نہیں لوٹنا چاہتے آپؐ نے فرمایا: میں عہد شکنی نہیں کرتا اور قاصدوں کو اپنے پاس نہیں روک سکتا۔ تم واپس جاؤ اگر وہاں بھی تمہارے دل میں اسلام کے متعلق یہی جذبہ رہے تو واپس آ جانا--- چنانچہ ابو رافع واپس آ گئے اور اسلام کا اعلان کیا (۲۹۱)

غزوہ بدر میں مسلمانوں کی تعداد اتنی کم تھی کہ ایک آدمی کا اضافہ بھی بہت اہم تھا ان پر خطر حالات میں آپؐ نے ایفاء عہد کی حفاظت کی۔ حدیث میں آتا ہے کہ حذیفہؓ بن الیمان اور ابو حسلؓ دو صحابی مکہ سے آ رہے تھے کہ راستے میں کفار نے انہیں روکا کہ تم محمدؐ کے پاس جا رہے ہو انہوں نے انکار کیا۔ آخر اس شرط پر رہائی ملی کہ وہ جنگ میں آپؐ کا ساتھ نہیں دیں گے۔

یہ دونوں حضرات رسولؐ اللہ کے پاس آئے تو ساری صورت حال بیان کی۔ آپؐ نے فرمایا: تم واپس جاؤ ہم ہر حال میں ایفاء عہد کریں گے۔ ہمیں صرف اللہ تعالیٰ کی مدد درکار ہے (۲۹۲)۔

صلح حدیبیہ میں ایک شرط یہ تھی کہ مکہ سے جو شخص مسلمان ہو کر مدینہ جائے گا وہ اہل مکہ کے مطالبہ پر واپس کر دیا جائے گا۔ ابھی معاہدہ کی شرطیں لکھی جا رہی تھیں کہ ابو جندلؓ پابہ زنجیر اہل مکہ کی قید سے بھاگ کر آئے اور رسول اللہؐ سے مدد طلب کی۔ تمام مسلمان اس دردانگیز منظر سے تڑپ اٹھے لیکن آنحضرتؐ نے ابو جندلؓ کو مخاطب کر کے فرمایا: ابو جندل! صبر کرو۔ ہم بد عہدی نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ عنقریب تمہارے لئے کوئی راہ نکالے گا (۲۹۳)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ سب واقعات تو بعد از نبوت کے ہیں۔ آپؐ کی زندگی تو قبل از نبوت بھی اتنی صاف ستھری اور آپؐ کی ذات فضائل اخلاق سے اتنی متصف تھی کہ لوگوں کے لئے اعتراض کرنا محال تھا۔ عبداللہ بن ابی الحمساء نبوت سے پہلے کے ایک معاملہ کا ذکر کرتے ہیں اور آنحضورؐ کے ایفاء عہد کی شہادت دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں: کہ اس نے آنحضورؐ سے ایک معاملہ کیا اور آپؐ کو بٹھا کر چلا گیا کہ واپس آکر حساب کرتا ہوں۔ اتفاق سے وہ بھول گیا اور تین دن کے بعد آیا تو آپؐ وہیں تشریف فرما تھے۔ اسے دیکھ کر صرف اتنا کہا: میں تین دن سے یہاں تمہارے انتظار میں بیٹھا ہوں (۲۹۴)۔

یہ سب واقعات اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ آپؐ کی ذات گرامی میں ایفاء عہد کی فضیلت اپنے کمال پہ تھی۔ دینی امور کے علاوہ باہمی معاملات میں بھی وفا کا اعلیٰ معیار قائم رکھا۔

عفو و درگذر

عفو و درگذر انسانی زندگی کا ایک ایسا پہلو ہے جس کے بغیر بقاء حیات اور استحکام اجتماع ممکن ہی نہیں۔ عفو و درگذر دراصل انسانی شخصیت کی وسعت اور اس کی انسانیت کی توسیع ہے۔ عفو و درگذر نہ ہو تو انسانیت گھٹ کر مرجائے اور ہر طرف خونخواری و حیوانیت کا دور دورہ ہو۔ عفو و درگذر لطافت و رحمت کا اظہار ہے جس سے انسانیت پہچانی جاتی ہے۔ انسان کی اس اخلاقی قدر کا منبع و مصدر بھی صفت رب ہے۔ رب کریم جو اپنے محیط علم اور مطلق قدرت کی بناء پر مخلوق کی بغاوت و انحراف پر سزا دے سکتا ہے' عفو و درگذر سے کام لیتا ہے۔ کبھی مہلت دیتا ہے اور صرف نظر کرتا ہے اور کبھی معاف کر دیتا ہے۔ اس کے عفو و کرم نے کاروبار حیات کو وسعت دی اور زندگی کی سرگرمیوں کو برکت بخشی ہے۔ اگر اس کا عفو و کرم نہ ہوتا تو لوگ اپنے گناہوں اور نافرمانیوں کی وجہ سے جل رہے ہوتے اور معصیتوں اور غفلتوں کی سزا بھگت رہے ہوتے۔ یہ اس کا عفو و کرم ہے کہ خطا کار و معصیت کیش فوری طور پر نہیں پکڑا جاتا اور یہ اس کا عفو و درگزر ہی ہے کہ معصیت کار کو اسی کی ندامت پر معافی مل جاتی ہے۔ قرآن پاک نے اللہ تعالیٰ کی صفت عفو کے بارے میں کئی مقامات پر ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اسم حسن عفو قرآن مجید میں بے شمار مرتبہ آیا ہے (۲۹۵)۔ اللہ تعالیٰ کی صفت عفو کا ایک اور مظہر اس کے اسمائے حسنیٰ غفور' غفار اور غافر ہیں جن کے معنی بخشنے والا اور معاف کرنے والا ہیں۔ یہ اسماء بھی قرآن مجید میں درجنوں مرتبہ آئے ہیں (۲۹۶)۔ وہ اپنے کرم و بخشش کا اظہار ان الفاظ میں کرتا ہے:

او یوبقھن بما کسبوا و یعف عن کثیر (۲۹۷)	یا ان کے اعمال کے سبب ان کو تباہ کر دے اور بہتوں کو معاف کر دے

وہ اپنے بندوں کی توبہ اور ان کے اظہار ندامت پر انہیں اپنی بخشش سے ڈھانپ لیتا ہے اور اس کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رحمت ان کے انتظار میں رہتی ہے۔ انسان کی توجہ کبھی قبولیت سے محروم نہیں ہوتی وہ فرماتا ہے:

و هوالذی یقبل التوبه عن عباده و یعفو عن السیات و یعلم ماتفعلون (۲۹۸)	اور وہی ہے جو اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور ان کے قصور معاف کرتا ہے اور جو تم کرتے ہو وہ سب جانتا ہے۔
وانی لغفار لمن تاب وامن وعمل صالحا ثم اهتدی (۲۹۹)	اور میں بڑی بخشش کرنے والا ہوں اس کے لئے جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور عمل نیک کرے اور پھر سیدھے رستے چلے۔

اللہ تعالیٰ کو صفت عفو اتنی عزیز ہے کہ وہ اس کا پرتو اپنے بندوں میں دیکھنا چاہتا ہے۔ وہ اپنے حبیبؐ کو اس کی طرف توجہ دلاتا ہے اور اپنے بندوں کو اس کا حکم دیتا ہے قرآن کی آیات رب کریم کی اس کھلی دعوت کی شاہد ہیں۔ وہ فرماتا ہے:

وان تدعوهم الی الهدی لایسمعوا وتراهم ینظرون الیک وهم لایبصرون خذ العفو وامر بالعرف و اعرض عن الجاهلین (۳۰۰)	اگر آپؐ ان کو سیدھے رستے کی طرف بلائیں تو سن نہ سکیں اور آپؐ دیکھتے ہیں کہ بظاہر آنکھیں کھولے آپؐ کی طرف دیکھ رہے ہیں مگر فی الواقع کچھ نہیں دیکھتے۔ اے پیغمبرؐ عفو اختیار کریں اور نیک کام کرنے کا حکم دیں اور جاہلوں سے کنارہ کرلیں۔

لوگوں کے برے رویہ اور اعراض عن الحق کے باعث حضور اکرمؐ کی طبیعت کبھی کبھی ملول ہوتی اور دعوت الی اللہ کی نتیجہ خیزی کے بارے میں فکر مند ہوتے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے صبر کی تلقین ہوتی اور کام جاری رکھنے کا حکم ہوتا جس طرح مندرجہ بالا آیت میں خاص ہدایت دی گئی ہے اسی طرح سورہ مومنون میں بھی ایک اور اسلوب میں وہی بات کہی گئی فرمایا:

ادفع بالتی هی احسن السیئة نحن اعلم بما یصفون (۳۰۱)	بری بات کے جواب میں ایسی بات کہیں جو اچھی ہو اور یہ جو کچھ بیان کرتے ہیں ہمیں خوب معلوم ہے۔

حضور اکرمؐ کی وساطت سے مومنوں کو بھی عفو کا رویہ اپنانے کا حکم دیا گیا ہے۔ رب عفو غفور نے اپنے رسولؐ کو اس صفت سے متصف کیا تو بندوں کو بھی اسوہ حسنہ کے مطابق ڈھلنے کا حکم دیا ارشاد ربانی ہے:

ولیعفوا او لیصفحوا الا تحبون ان یغفر الله لکم والله غفور رحیم (۳۰۲)	ان کو چاہئے کہ معاف کر دیں اور درگذر کریں۔ کیا تم پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمہیں بخش دے اور اللہ تو بخشنے والا مہربان

ہے

یہ آیت واقعہ افک پر تبصرے سے متعلق ہے۔ مفسرین کے مطابق ابوبکرؓ کے بعض رشتہ دار جن کی وہ مدد کرتے تھے اس مہم جوئی میں ملوث تھے اور انہوں نے ان کی مدد سے ہاتھ کھینچ لینے کا فیصلہ کیا تھا۔ اس پر عفو و درگذر کی طرف توجہ دلائی جا رہی ہے اور بڑے واضح انداز میں اللہ کی مغفرت اور بخشش کا ذکر ہے اور لطیف اشارہ ہے کہ ہر انسان غلطی کر سکتا ہے اگر وہ اپنے رب سے بخشش کا طلبگار ہے تو اسے لوگوں کی غلطیوں سے درگذر کرنا چاہیئے۔ گویا اسلامی معاشرے کی مجموعی فضا عفو و درگذر اور بخشش و رحمت کی ہے۔ اس اخلاقی فضا کی تشکیل و استحکام میں بنیادی کردار سرکار دو عالمؐ کا ہے۔ آپؐ کی سیرت اور حیات طیبہ کے واقعات اس کی گواہی دیتے ہیں۔

حضور اکرمؐ نے جن لوگوں میں دعوت کا کام شروع کیا تھا ان کی جاہلیت اور اکھڑپن مشہور تھا۔ انتقام ان کی انفرادی شخصیت اور اجتماعی تشخص کا حصہ تھا۔ وہ ہمیشہ جبر اور ظلم میں اقدام کرتے۔ ان کی لڑائیاں اور دشمنیاں فخر و غرور اور ظلم و جاہلیت ہی کی وجہ سے جاری رہتیں۔ عزت و وقار کی حفاظت ان کی اولین ترجیح تھی اگر وہ کسی کے دشمن ہوتے تو پھر معافی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور اگر کسی نے بے عزتی کی بات کی تو اس کا انتقام قتل کی صورت میں بھی ہو سکتا تھا۔ یہ تھی وہ معاشرت جس میں آپؐ نے لوگوں کو اللہ کے دین کی طرف بلایا۔ اہل مکہ کا رد عمل انکار، تحقیر اور دشمنی کا تھا۔ مدینے میں جن لوگوں سے واسطہ ہوا وہ یہودی تھے ان کا انکار اور ان کی دشمنی کوئی ڈھکی چھپی شئے نہ تھی اور منافقین کا گروہ اس پر مستزاد تھا۔ مخالفین اس بات پر تلے ہوئے تھے کہ تحقیر و اہانت اور تکلیف و ایذاء کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہ چھوٹے۔ ان حالات میں ایک طرف تو آپؐ کو دشمنوں کے دباؤ کا سامنا تھا اور دوسری طرف اہل ایمان کے اجتماعی استحکام کا مسئلہ تھا۔ ان کے چھوٹے بڑے اختلافات اور عملی کوتاہیاں اور کمزوریاں بھی درپیش تھیں اور ان کی اصلاح و فلاح بھی پیش نظر تھی۔ آپؐ نے اپنی تعلیمات اور ارشادات کے ذریعے بھی عفو و درگذر کی تلقین کی اور اپنے عمل سے بھی ایک معیار قائم کیا۔ ایسا معیار جو آنے والی نسلوں کے لئے روشنی مہیا کرتا رہے گا۔ اس کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ اس میں اپنے اور پرائے دوست اور دشمن سب آجاتے ہیں۔

آپؐ کے خادم انسؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول کریمؐ نے انہیں کسی کام کے لئے بھیجنا چاہا۔ میں نے کہا نہ جاؤں گا۔ آپؐ خاموش رہے۔ میں یہ کہہ کر باہر چلا گیا۔ اچانک حضور اکرمؐ نے پیچھے سے آکر میری گردن پکڑلی۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو آپؐ ہنس رہے تھے اور پھر پیار سے فرمایا:

یا انیس اذھب حیث امرتک انیس جس کام کے لئے کہا تھا اس کے لئے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابھی جاؤ۔

میں نے عرض کیا اچھا جاتا ہوں۔ انسؓ اس واقعہ کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

واللہ لقد خدمتہ سبع سنین او تسع سنین' ماعلمت قال لشئی صنعت : لم فعلت کذا اوکذ اولا لشئی ترکت ھلا فعلت کذا و کذا (۳۰۳)	میں نے سات برس آپؐ کی خدمت کی۔ کبھی یہ نہ فرمایا کہ تم نے یہ کام کیوں کیا؟ یا کیوں نہیں کیا؟

آپؐ اپنے ساتھیوں کی فروگذاشتوں کو نظرانداز فرماتے اور بعض اوقات تو شدید کوتاہیوں کو بھی انکے دینی و اخلاقی مرتبے کے پیش نظر معاف فرماتے اس کی ایک مثال حاطبؓ بن بلتعہ کی ہے۔ حاطبؓ بدری صحابی تھے اور اسلام کے ساتھ ان کے اخلاص میں شک و شبہ کی گنجائش نہ تھی لیکن انہوں نے ایسا کام کیا جو پوری مسلم کمیونٹی کو نقصان پہنچانے والا تھا۔

حضور اکرمؐ جس زمانہ میں فتح مکہ کی تیاریاں کر رہے تھے اور حسب معمول حربی حکمت عملی کے تحت ہر بات کو مخفی رکھ رہے تھے تاکہ کفار کو پتہ نہ چلے۔ حاطب بن بلتعہ نے قریش کو ان تیاریوں کی اطلاع دینا چاہی۔ انہوں نے ایک خط لکھ کر ایک عورت کے ذریعے مکہ روانہ کیا رسول اکرمؐ کو اس کا علم ہو گیا۔ چنانچہ آپؐ نے علیؓ کو پیچھے بھیجا جو عورت کو خط سمیت گرفتار کر لائے۔ جب حاطب سے پوچھا گیا تو انہوں نے انہوں نے اپنے قصور کا برملا اعتراف کیا۔ وجوہ بتائیں اور غلطی کی معافی چاہی۔ آپؐ نے اپنے ساتھی کو بھی معاف فرمایا اور اس عورت سے بھی کوئی تعرض نہ کیا۔ (۳۰۴) یہ کوئی معمولی خطا نہ تھی۔ اپنی قوم کے خلاف ایک طرح کی مخبری تھی اور مسلمانوں کو اس سے شدید نقصان پہنچ سکتا تھا۔ کوئی اور حکمران ہوتا تو سزا کچھ اور ہوتی۔ عمرؓ کے شدید رد عمل کے جواب میں جو کچھ آپؐ نے فرمایا وہ آپؐ کے عفو و درگذر کے علاوہ عظمت صحابہ کی روشن دلیل ہے۔ آپؐ نے فرمایا: **انہ قد شھد بدرا" ولعل اللہ اطلع علی من شھد بدر قال: اعملوا ماشئتم قد غفرت لکم (۳۰۵)**

غزوہ حنین میں آپؐ نے مال غنیمت تقسیم فرمایا تو ایک انصاری نے کہا:

ما اراد بھذہ القسمہ وجہ اللہ (۳۰۶)	یہ تقسیم اللہ کی رضامندی کے لئے نہیں۔

آپؐ اس الزام پر سزا بھی دے سکتے تھے۔ سخت رویہ بھی اختیار کر سکتے تھے لیکن اس پر سخت رد عمل کا اظہار کرنے کی بجائے صرف اتنا کہا:

رحم اللہ موسی لقد اوذی باکثر من ھذا	اللہ تعالیٰ موسیٰ پر رحم کرے ان کو لوگوں نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لصبر (۳۰۷) اس سے بھی زیادہ ستایا اور انہوں نے صبر کیا۔

آپؐ نے اس موقعہ پر انصار کو جمع کر کے جو خطبہ ارشاد فرمایا تھا وہ حکمت و تدبر اور پیغمبرانہ بصیرت کی شاندار مثال ہے(۳۰۸)۔

دشمنوں سے سلوک

انسان کے عفو و درگذر کا صحیح پتہ اس وقت چلتا ہے جب اسے اپنے دشمنوں اور ایذا دینے والوں پر قدرت حاصل ہوتی ہے۔ چھوٹی موٹی غلطیاں معاف ہو سکتی ہیں۔ عزیزوں اور دوستوں کے بارے میں نرم رویہ اختیار کیا جا سکتا ہے لیکن دشمن پر جب غلبہ حاصل ہو جائے تو پھر اسے معاف کرنا اخلاقی معیار کی معراج ہے۔ آنحضرتؐ کی ذات گرامی کا یہ پہلو بے مثال طور پر اجاگر ہوتا ہے۔ کتب حدیث میں متفقہ طور پر روایت کیا گیا ہے کہ آپؐ نے اپنی ذات کے سلسلے میں کبھی انتقام نہیں لیا۔(۳۰۹) قریش نے طے کر لیا تھا کہ محمدؐ کو ختم کر دیا جائے اور قتل کا یہ منصوبہ اسی شب تکمیل پذیر ہوتا جس رات آپؐ نے ہجرت فرمائی(۳۱۰) اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو بحفاظت وہاں سے نکالا۔ پھر ایک وقت آیا جب آپؐ ان سے انتقام لینے پر قادر تھے لیکن کسی شخص کو عملی طور پر شریک ہونے کے باوجود سزا نہ ملی(۳۱۱)۔

ہجرت ہی کے موقعہ پر قریش مکہ نے حضور اکرمؐ کے سر کی قیمت لگائی تھی اور اس شخص کو سو اونٹ دینے کا اعلان کیا جو حضور اکرمؐ کو زندہ پکڑ لائے یا آپؐ کا سر لے آئے۔ سراقہ بن مالک بن جعشم نے اپنے تیز رفتار گھوڑے کی مدد سے یہ کام انجام دینے کی ٹھانی رسول اکرمؐ کو دیکھ لیا۔ قریب پہنچنے کی کوشش کرتا تو گھوڑا زمین میں دھنس جاتا' دو تین دفعہ کی کوشش کے بعد ارادہ ترک کر دیا اور آپؐ سے سند امان حاصل کرنے کی درخواست دی۔ آپؐ نے اس کو سند امان لکھ دی(۳۱۲)۔ آٹھ سال بعد فتح مکہ کے موقع پر جب سراقہ حلقہ بگوش اسلام ہوئے تو اس کے سابقہ جرم کا ذکر تک نہ ہوا(۳۱۳)۔

عروہ بن زبیر روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آپؐ کسی غزوہ سے واپس آ رہے تھے۔ راستے میں ایک جگہ پڑاؤ کیا اور تیز دھوپ کی وجہ سے لوگ درختوں کے نیچے آرام کرنے لگے۔ حضورؐ نے بھی ایک درخت کی شاخ پر تلوار لٹکائی اور آرام فرمانے لگے۔ ایک بدو نے غافل سمجھ کر تلوار پکڑلی اور سونت کر بولا: محمدؐ آپؐ کو مجھ سے کون بچا سکتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اللہ۔ اس آواز کی تاثیر تھی کہ اس نے تلوار نیام کرلی۔ اتنے میں صحابہ آ گئے تو آپؐ نے سارا واقعہ بیان کیا لیکن اس شخص کو کسی قسم کی سزا نہ دی (۳۱۴)۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صلح حدیبیہ کے زمانے میں اسی آدمیوں کا دستہ تاریکی میں جبل تنعیم سے اتر کر آیا تاکہ چھپ کر حضور اکرمؐ کو قتل کر دیں۔ مسلمان ہوشیار تھے انہیں گرفتار کر لیا لیکن آپؐ نے ان سے کوئی تعرض نہ کیا اور انہیں چھوڑ دیا۔ مفسرین کے مطابق قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت اسی موقع پر اتری (۳۱۵)

وھوالذی کف ایدیھم عنکم وایدیکم عنھم (۳۱۶)	وہی اللہ ہے جس نے ان کے ہاتھ کو تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے روک لئے

خیبر کی جس یہودیہ نے آپؐ کو کھانے میں زہر دیا تھا (۳۱۷) اور یہودیوں کے اقرار کے باوجود آپؐ نے کوئی تعرض نہ کیا حالانکہ اس زہر کا اثر آپؐ کو آخری دم تک محسوس ہوتا رہا (۳۱۸)۔ آپؐ نے اپنی ذات کا خیال تو نہ کیا لیکن اسی زہر کے اثر سے جب ایک صحابی فوت ہوا تو آپؐ نے اسے قصاص کی سزا دی (۳۱۹)۔

مشرکین مکہ نے آپؐ سے جو سلوک کیا وہ کسی سے مخفی نہیں۔ تکلیف و اذیت کی جو صورت بھی اختیار کر سکتے تھے کی گئی اور تحقیر و تذلیل کا جو حربہ بھی استعمال کرتے تھے کیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے جب آپؐ کو ان پر فتح عطا فرمائی اور آپؐ سیاسی اور عسکری طور پر غالب آئے تو آپؐ نے جو رویہ اختیار فرمایا وہ بھی تاریخ انسانی میں اپنی نظیر آپ ہے۔ آپؐ کے سوانح نگاروں نے لکھا ہے کہ فتح مکہ کے موقعہ پر آپؐ سراپا عفو و درگذر تھے۔ امام بخاریؒ نے نقل کیا ہے کہ فتح مکہ کے موقعہ پر انصار کے لشکر کا جھنڈا مشہور صحابی سعد بن عبادہؓ کے ہاتھ میں تھا اور وہ ایک قائد کی حیثیت سے ایک جملہ کہہ بیٹھے (۳۲۰) جو حضورؐ کی عفو و درگذر کی پالیسی کے خلاف تھا۔ آپؐ نے حکم دیا کہ جھنڈا ان سے لے لیا جائے۔ رسول اکرمؐ جب فاتحانہ شان سے مکہ میں داخل ہوئے تو قریش اپنے جرائم اور معاندانہ کارروائیوں کی وجہ سے سہمے ہوئے تھے۔ انہیں ہر دم یہ خیال تھا کہ جانے اب کیا ہونے والا ہے! لیکن اس سراپا رحمت و عفو نے ایک ہی اعلان سے سب اندیشوں کو ختم کر دیا آپؐ نے فرمایا:

لاتثریب علیکم الیوم اذ ھبوا فانتم الطلقاء (۳۲۱)	تم پر کوئی گرفت نہیں۔ جاؤ تم سب آزاد ہو۔

مکہ میں آپؐ کی مخالفت و عناد میں سرفہرست ابوجہل اور ابو سفیان کا گھرانہ تھا۔ ابو جہل تو جنگ بدر میں مارا گیا لیکن اس کا بیٹا عکرمہ جو بعد کی جنگوں میں حصہ لے چکا تھا اس خوف سے بھاگ گیا کہ فتح مکہ کے بعد اس کے لئے موت کے سوا کچھ نہیں۔ عجیب اتفاق ہے کہ اس کی بیوی مسلمان ہو چکی تھی وہ یمن گئیں اور عکرمہ کو حضورؐ کے عفو و درگذر اور اسلام کی عظمت کا احساس دلایا اور خاوند کو مسلمان کر کے آپؐ کی خدمت میں لائیں۔ (۳۲۲) حدیث میں آتا ہے کہ آپؐ نے دونوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو آتے دیکھا تو خوشی سے اٹھے اور اتنی تیزی سے ان کی طرف بڑھے کہ جسد اطہر پر چادر کا خیال بھی نہ کیا اور زبان مبارک پر یہ الفاظ تھے:

مرحبا بالراکب المهاجر (۳۲۳) — اے ہجرت کرنے والے سوار تمہارا آنا مبارک ہو۔

ابو سفیان کی بیوی ہند نے حضور اکرمؐ کے محبوب چچا سید الشہداء حمزہؓ کا سینہ چاک کیا تھا اور جگر کے ٹکڑے کئے تھے۔ فتح مکہ کے موقع پر اطاعت کے سوا چارہ نہ پا کر بارگاہ رسالت میں نقاب پہن کر بیعت کے لئے حاضر ہوئی تاکہ پہچانی نہ جا سکے۔ آپؐ نے پہچان لیا لیکن عفو و رحم کے باعث محسوس نہ ہونے دیا۔ ہند نے آپؐ کے اخلاق سے متاثر ہو کر کہا:

قالت: یا رسول اللہ! ماکان علی ظهر الارض اهل خباء احب الی ان یذلوا من اهل خبائک ثم ما اصبح الیوم علی ظهر الارض اهل خباء احب الی ان یعزو من اهل خبائک (۳۲۴) — یا رسول اللہ میری نگاہ میں آپؐ کے خیمے سے زیادہ منحوس کوئی خیمہ نہ تھا لیکن آج آپؐ کے خیمے سے محبوب تر کوئی خیمہ نظر نہیں آتا۔

حمزہ کے قاتل وحشی کا معاملہ بھی اسی طرح کا ہے۔ فتح مکہ کے موقعہ پر وہ طائف چلا گیا جب طائف بھی آپؐ کے زیر نگیں ہو گیا تو حضورؐ کے دامن رحمت میں پناہ کے سوا کوئی چارہ نہ رہا۔ بارگاہ رسالتؐ میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا اور امان پائی۔ آپؐ نے صرف اتنا فرمایا:

هل تستطیع ان تغیب وجهک عنی (۳۲۵) — ہو سکے تو میرے سامنے نہ آیا کرو۔

ابو سفیان ہی کو لے لیجئے حضور اکرمؐ اور اسلام کا بدترین دشمن۔ بدر سے فتح مکہ تک تمام جنگوں او تصادم کی سرگرمیوں میں وہ کسی نہ کسی طور پر شریک رہا لیکن فتح مکہ کے موقع پر جب عباسؓ ان کو لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے عمرؓ کے مشورۂ قتل کے برعکس نہ صرف معاف کیا بلکہ اس کے گھر کو امان کی جگہ قرار دیا۔ آپؐ نے فرمایا:

من دخل دار ابی سفیان فهو امن (۳۳۶) — جو شخص ابو سفیان کے گھر داخل ہو جائے گا اس کا قصور معاف ہو گا

فتح مکہ کے موقع پر جو بڑے مجرم اپنے جرائم کی وجہ سے مطلوب تھے ان میں ہبار بن الاسود بھی تھا۔ یہ وہ شخص تھا جس نے آنحضرتؐ کی صاحبزادی زینبؓ کو ہجرت کے وقت اونٹ سے گرایا تھا جس سے سخت چوٹ بھی آئی تھی اور حمل بھی ساقط ہو گیا۔ وہ ایران کی طرف بھاگ جانا چاہتا تھا لیکن حضورؐ کے حلم و عفو کے باعث بارگاہ رسالتؐ میں حاضر ہو کر اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا تو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دامن رحمت نے پناہ دے دی (۳۲۷)۔

کتب سیرت و حدیث میں ایسے بے شمار واقعات ہیں جو آپؐ کے عفو و درگذر کا شاندار نمونہ پیش کرتے ہیں۔ عفو و درگذر کی اس صفت سے دوست دشمن، مسلم کافر سب متمتع ہوتے رہے۔ یہ کہنا بے جانہ ہوگا کہ انسانیت نے عفو و درگذر کی ایسی مثال مشکل سے ہی دیکھی ہوگی۔

مضت الدھور و ما اتین بمثلہ لما اتین عجزن عن نظراء

شفقت و رحمت

رحم ایک بنیادی اخلاقی وصف ہے جو ایک انسان کو معاشرے کے لئے نفع بخش اور فیض رساں بناتا ہے۔ رب کریم کی صفت رحمت اس کی کرم نوازی کا ایک اہم مظہر ہے۔ رحمٰن و رحیم اس کے اسماء حسنیٰ ہیں۔

ھوالرحمن الرحیم (۳۲۸) وہ رحم والا مہربان ہے۔

اس کائنات میں جو کچھ موجود ہے وہ اس کی صفت رحمت کا پرتو ہے۔ وہ اپنے بارے میں کہتا ہے۔

و رحمتی وسعت کل شی (۳۲۹) اور میری رحمت نے ہر چیز کو سمو لیا۔

اس کے فرشتے اپنی دعاؤں میں اپنے پروردگار کی صفت رحمت کا خصوصی ذکر کرتے ہیں۔

ربنا وسعت کل شی رحمتہ و علما (۳۳۰) اے پروردگار تو نے اپنی رحمت اور علم میں ہر چیز کو سمو لیا ہے۔

انسانی تاریخ طاقتوروں کے جبر اور کمزوروں کی مجبوریوں سے بھری پڑی ہے۔ کسی صاحب اختیار و قدرت کا کمزوروں پر ظلم نہ کرنا اچنبھا لگتا ہے۔ لیکن اسی تاریخ میں ایسی ہستی بھی نظر آتی ہے جو صاحب اختیار ہو کر کمزوروں کے ساتھ کھڑی ہے اور ان کی حفاظت کر رہی ہے۔ کمزوروں پر رحمت و شفقت آپؐ کا نمایاں وصف ہے۔ انسانی تاریخ میں محاسن اخلاق کے سب سے بڑے مظہر محمد رسول اللہ ہیں۔ ان کی صفت رحمت کا ذکر کرتے ہوئے خالق کائنات فرماتا ہے:

لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیہ ماعنتم حریص علیکم بالمومنین رووف رحیم (۳۳۱) (لوگو) تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک رسول آئے ہیں تمہاری تکلیف ان پر شاق گذرتی ہے اور ایمان لانے والوں کے لئے وہ شفیق و رحیم ہیں۔

صرف یہی نہیں بلکہ رب کائنات نے تو آپؐ کو رحمت کائنات قرار دیا ہے۔

وما ارسلنک الا رحمتہ للعالمین (۳۳۲) اور ہم نے تجھے تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبی کریمؐ شفقت و رحمت کا اظہار کس طرح فرماتے ہیں اس کا ریکارڈ کتب سیرت و حدیث میں محفوظ ہے رحمت عالمیان نے اپنی بے پایاں شفقت سے کسی کو محروم نہیں ہونے دیا۔ خود شفقت و رحمت کی مثال بھی قائم کی اور شفقت و رحمت کے رویوں کو فروغ بھی دیا۔ شفقت و رحمت کی اہمیت کو اپنی بے مثال تعلیمات کے ذریعے آنے والی نسلوں کے لئے متعارف کرایا جریر بن عبداللہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا:

لا یرحم اللہ من لا یرحم الناس (۳۳۳)	جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا اس پر اللہ رحم نہیں فرماتا

عبداللہ بن عمروؓ کی روایت کے مطابق نبی کریمؐ نے فرمایا:

الراحمون یرحمھم الرحمن ۔ ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء (۳۳۴)	رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم کرتا ہے۔ زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا۔

حضور اکرمؐ کی اپنی زندگی میں شفقت و رحمت کے بے پناہ مظاہر موجود ہیں۔ یہ شفقت و رحمت اپنوں کے لئے بھی اور غیروں کے واسطے بھی۔ رسول کریمؐ کی شفقت سے دوست و دشمن سب مستفید ہوئے۔ اس رحمت کی توسیع حیوانوں تک نظر آتی ہے۔ ہم اختصار کے ساتھ رحمت عالمؐ کے اسوہ حسنہ سے چند مثالیں پیش کرتے ہیں۔ ان مثالوں میں ان اصناف کا ذکر آئے گا جو تاریخ انسانی میں ظلم و ستم اور ناروا سلوک کا شکار رہی ہیں۔ کمزوروں' بے سہارا اور دوسروں کے زیر تصرف مخلوق کے لئے آپؐ کی شفقتیں اس مطالعہ کا حصہ ہیں۔

خواتین کے لئے: آنحضورؐ کی شفقت ان تمام عناصر کے لئے تھی جو حفاظت و اعانت کے محتاج تھے۔ ان میں سرفہرست خواتین تھیں۔ عورت اپنی طبعی نزاکت' جسمانی ساخت اور حیاتیاتی وظیفہ کے باعث ہمیشہ ظلم اور زیادتی کا شکار رہی ہے۔ جاہلی معاشروں میں نہ صرف اس کے حقوق پامال کئے گئے بلکہ اسے ظالمانہ ہوس کا نشانہ بھی بنایا گیا۔ عرب معاشرہ کوئی استثناء نہ تھا۔ ان کے ہاں بیوی' ماں اور بیٹی کی حیثیت سے عورت کا جو مرتبہ تھا وہ کوئی مخفی امر نہیں ہے۔ عربوں کے ہاں غیرت کا تصور عورت کی حفاظت کے حوالے سے تھا تو لوٹ مار اور جنگ و جدال کی صورت میں عورت ہی نشانہ بنتی تھی۔ خود ساختہ ضابطوں کے باعث عورت پابندیوں میں جکڑی ہوئی تھی۔ حضور اکرمؐ نے اپنے طرز عمل اور اپنی تعلیمات سے نہ صرف اس کی حفاظت کی بلکہ اس کا مرتبہ بھی بلند کیا۔ ماؤں کے احترام اور بیٹیوں سے شفقت کے حوالے سے آپؐ کا یہ ارشاد دستوری اہمیت کا حامل ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان اللہ حرم علیکم عقوق الامہات و منع و ھات ووادالبنات (۳۳۵)

اللہ تعالیٰ نے یقیناً تم پر ماؤں کی نافرمانی' ان سے مطلوبہ چیزوں سے انکار' بے جا مطالبہ اور لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا حرام ٹھہرایا۔

اس طرح آپؐ نے بچیوں سے شفقت کے سلسلے میں فرمایا:

من عال جاریتین حتی تبلغا جاء یوم القیامتہ انا وھو ھکذا وضم اصابعہ (۳۳۶)

جس نے دو لڑکیوں کی پرورش کی حتیٰ کہ وہ بالغ ہو گئیں وہ اور میں قیامت کے روز اس طرح آئیں گے اور آپؐ نے اپنی انگلیوں کو ملا دیا۔

آپؐ نے عورتوں کے حقوق کے بارے میں واضح ہدایات فرمائیں۔ عورتوں پر معاشی و معاشرتی ناانصافیوں کی روک تھام کی۔ آپؐ کو کسی جنگ میں مقتولہ عورت کی خبر ملی تو سخت ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا۔(۳۳۷) ایک اور روایت میں آپؐ نے مقتولہ عورت کی خبر پر فرمایا:

ماکانت ھذہ لتقاتل (۳۳۸)

یہ تو لڑنے کے لئے نہیں تھی۔

آپؐ نے سپہ سالار' خالد بن ولید کو کہلا بھیجا:

لا یقتلن امراۃ ولا عسیفا (۳۳۹)

عورت اور اجیر کو ہرگز قتل نہ کرو

ازواج مطہراتؓ سے محبت اور نرم روی کا جو طریق تھا وہ کتب سیرت و حدیث میں منقول ہے۔ بیٹیوں سے جو شفقت و محبت فرمائی اس کا ریکارڈ بھی محفوظ ہے۔ آپؐ کی تعلیمات اور ذاتی طرز عمل نے عورتوں سے متعلق مجموعی رویے میں تبدیلی پیدا کی۔ عمر فاروقؓ نے جس رویے کا ذکر کیا ہے وہ محض مدنی شہریت کی تاثیر نہ تھی اس میں پیغمبرانہ نرم روی بھی شامل تھی۔ امام بخاریؒ نے عمرؓ کی گفتگو کو ایک طویل حدیث میں نقل کیا ہے جس کا کچھ ہم بیان کرتے ہیں:

وکنا معشر قریش نغلب النساء فلما قدمنا علی الانصار' اذا قوم تغلبھم نساء ھم فطفق نساء نا یا خذن من ادب نساء الانصا ر فصخبت علی امراتی فراجعتنی فانکرت ان تراجعنی۔ قالت: ولم تنکر ان اراجعک' فواللہ ان ازواج النبی لیراجعنہ وان احداھن لتھجرہ الیوم حتی اللیل فافزعنی ذلک (۳۴۰)

اور ہم گروہ قریش عورتوں پر غالب تھے۔ لیکن جب ہم انصار کے ہاں آئے ہم نے انہیں ایسے لوگ پایا جن پر عورتیں غالب تھیں۔ ہماری عورتوں نے بھی انصار کی عورتوں کا طور طریق اپنانا شروع کر دیا۔ میں نے اپنی بیوی کو سخت سست کہا تو اس نے مجھے پلٹ کر جواب دیا میں نے اس کے پلٹ کر جواب دینے کو ناپسند کیا اس نے جواب دیا کہ تم کو میرا جواب دینا کیوں عجیب لگا خدا کی قسم نبیؐ کی ازواج مطہرات بھی آپؐ کو پلٹ کر جواب دیتی ہیں اور ان میں سے ایک تو صبح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے رات تک آپؐ سے روٹھی رہیں۔ عمر
کہتے ہیں کہ اس بات نے مجھے پریشان کر
دیا۔

عورت کو قدرت نے نازک طبعی سے نوازا ہے۔ اس لئے اس کے ساتھ شفقت و محبت کا برتاؤ ایک فطری امر ہے۔ رسول اللہؐ نے اس کا ہمیشہ خیال رکھا۔ اس نازک طبعی کو آپؐ نے آبگینے سے تشبیہہ دی۔ ایک سفر کے دوران جب انجشہ نے حدی خوانی کی اور اونٹ تیز چلنے لگے تو آپؐ نے فرمایا:

رویدک یا انجشتہ لا تسکر القواریر (۳۴۱)	انجشہ دیکھنا آبگینے ٹوٹنے نہ پائیں

بخاری اور مسلم میں "سوقا بالقواریر" کے الفاظ بھی آئے ہیں (۳۴۲)۔ آپؐ کی شفقت کا نتیجہ تھا کہ عورتیں آپؐ سے بلا تکلف سوال کرتیں اور بلا خوف و خطر آپؐ سے مسائل دریافت کرتیں۔ خولہ بنت ثعلبہؓ اپنے شوہر اوس بن صامت الانصاریؓ کے ظہار کے سلسلے میں حضور اکرمؐ سے جس طرح بحث کر رہی تھیں اس کا ذکر تو قرآن نے بھی کیا ہے (۳۴۳) اور اسی بحث و تمحیص سے اس سورۃ کا نام بھی المجادلۃ ہو گیا۔ لیکن کتب حدیث نے تو پوری کیفیت بیان کی ہے۔ عائشہؓ خولہؓ کے بعض الفاظ نقل کرتی ہیں جو وہ سن پائیں۔

هي تقول: يا رسول الله! اكل شبابي و نثرت له بطني حتى اذا كبرت سني و انقطع ولدي ظاهر مني اللهم اني اشكو اليك فما برحت حتى نزل جبرائيل بهولاء الآيات: قد سمع الله قول التي تجادلك في زوجها و تشتكي الى الله (۳۴۴)	وہ کہتی ہیں: یا رسول اللہ! اس شخص نے میری جوانی کھائی میں نے اس کے لئے ڈھیروں اولاد پیدا کی لیکن میں بوڑھی ہو گئی اور تولید کی صلاحیت منقطع ہو گئی تو اس نے مجھ سے ظہار کر لیا۔ اے اللہ! میں تجھ سے شکایت کرتی ہوں وہ اپنی جگہ سے نہیں ٹلی جب تک جبرائیل یہ آیات (قد سمع اللہ ---) لے کر نہ آئے۔

اسی خاتون نے ایک دفعہ عمرؓ کو ان کے زمانے خلافت میں راستے میں روک لیا اور نصیحتیں کرنے لگیں۔ عمرؓ جیسا بارعب انسان سر جھکائے نصیحتیں سنتا رہا۔ جب لوگوں نے اظہار تعجب کیا تو فرمانے لگے:

هذه امراة سمع الله شكواها من فوق سبع سموت ـ هذه خولته بنت ثعلبه	یہ وہ خاتون ہیں جن کی بات تو اللہ نے ساتوں آسمانوں کے اوپر سنی۔ یہ خولہ بنت ثعلبہ ہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

التی انزل فیھا (قد سمع اللہ قول التی --- الآیتہ) (۳۴۵)

جن کے بارے میں اللہ نے "قد سمع اللہ الآیتہ" نازل فرمائی۔

اس طرح خلع کے سلسلے میں ثابت بن قیس کی بیوی جمیلہ بنت سلول نے جس بے تکلفی سے آپؐ کے ساتھ بات کی اور آپؐ نے جو رویہ اختیار فرمایا وہ خصوصی لحاظ کا بین ثبوت ہے (۳۴۶)۔ حبیبہ بنت سہل (۳۴۷) اور رفاعہ القرظی (۳۴۸) کی بیوی کے بے تکلف اظہارات آپؐ کی شفقت و رحمت کا ثبوت دیتے ہیں۔

بچوں کے لئے: بچے انسان کی شخصیت کی توسیع اور نسل انسانی کی بقاء اور تسلسل کا مظہر ہیں قدرت نے جو جذبہ ترحم انسان میں ودیعت کیا ہے اس کا اظہار ایک فطری امر ہے۔ لیکن بعض مزاجوں میں اس جذبے کی کمی ہوتی ہے یا وہ اسے مصنوعی طریقے سے دبا دیتے ہیں۔ آپؐ نے اس فطری جذبے کے اظہار کو ضروری قرار دیا۔ امام بخاریؒ نے نقل کیا ہے کہ ایک اعرابی دربار نبوی میں حاضر ہوا اور آپؐ حسنؓ کو پیار کر رہے تھے۔ اسے حضورؐ کا یہ طرز عمل وقار کے خلاف معلوم ہوا تو کہنے لگا: آپؐ بچوں کو پیار کرتے ہیں۔ میرے بھی بچے ہیں لیکن میں نے کبھی پیار نہیں کیا۔ آپؐ نے متوجہ ہو کر فرمایا:

او املک لک ان نزع اللہ من قلبک الرحمتہ (۳۴۹)

کیا تیرے لئے میرے بس میں ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے دل سے رحمت ہی کھینچ لی۔

اقرع بن حابس نے جب بچوں کو پیار کرنے کے سلسلے میں اس طرح کا سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا:

من لا یرحم لا یرحم (۳۵۰)

جو رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

آپؐ کو بچوں سے جو محبت و شفقت تھی اس کی تفصیلات کتب حدیث میں منقول ہیں۔ انس فرماتے ہیں:

ماصلیت وراء امام قط اخف صلوۃ ولا اتم من النبیؐ وان کان یسمع بکاء الصبی فیخفف مخافتہ ان تفتن امہ (۳۵۱)

میں نے کسی امام کے پیچھے حضورؐ سے زیادہ مختصر اور مکمل نماز ادا نہیں کی۔ وہ بچے کے رونے کی آواز سنتے تو نماز کو مختصر کر دیتے کہ کہیں اس کی ماں پریشان نہ ہو۔

آپؐ کا معمول تھا کہ جب فصل کا نیا میوہ خدمت اقدس میں پیش ہوتا تو حاضرین میں جو سب سے کم عمر بچہ ہوتا اسے عنایت فرماتے (۳۵۲)۔ جابر بن سمرہؓ اپنے بچپن کا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے حضور اکرمؐ کے پیچھے نماز ادا کی۔ فارغ ہو کر جب آپؐ گھر چلے تو میں بھی ساتھ ہو لیا۔ ادھر سے چند اور لڑکے نکل آئے۔ آپؐ نے سب کو پیار کیا اور مجھے بھی پیار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیا(۳۵۳)۔ جنگ کی حالت میں بچوں کی حفاظت اسلامی طرز عمل ہے اور حضورؐ نے بچوں کو قتل کرنے سے منع فرمایا(۳۵۴)۔ بچوں پر شفقت کا اندازہ ام خالد کی روایت سے ہوتا ہے۔ وہ کہتی ہیں:

اتیت رسول اللہ مع ابی و علی قمیص اصفر قال رسول اللہ سنہ سنہ قال عبداللہ و ھی بالحبشیۃ حسنۃ۔ قالت: فذھبت العب بخاتم النبوۃ فزبرنی ابی قال رسول اللہ: دعھا ثم قال رسول اللہ: ابلی و اخلقی ثم ابلی و اخلقی ثم ابلی و اخلقی۔ قال عبداللہ: فبقیت حتی دکن(۳۵۵)

میں رسول اللہ کی خدمت میں اپنے والد کے ساتھ آئی اور میں نے زرد رنگ کی قمیض پہنی ہوئی تھی۔ آپؐ نے سنہ سنہ فرمایا۔ حبشی زبان میں حسنہ کو سنہ کہتے ہیں۔ (ام خالد) کہتی ہیں کہ میں مہرنبوت سے کھیلنے لگی تو میرے والد نے مجھے سختی سے روکا۔ اس پر آپؐ نے فرمایا کہ کھیلنے دو پھر آپؐ نے متعدد بار فرمایا کہ اس کے ساتھ خوب کھیلو۔ عبداللہ کہتے ہیں کہ وہ کھیلتی رہیں حتی کہ وہ میل کی وجہ سے سیاہی مائل ہوگئی۔

اسامہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ ایک زانو پر مجھے اور دوسرے پر حسنؓ کو بٹھا لیتے اور پھر دونوں زانو ملا کر کہتے:

اللھم ارحمھما فانی ارحمھما(۳۵۶)

خداوندا! ان دونوں پر رحم کر کیونکہ میں ان دونوں پر رحم کرتا ہوں۔

شفقت و محبت کے اس رویے کو آپؐ نے مسلم معاشرے کی خصوصی پالیسی قرار دیا۔ ابن عباسؓ کی روایت کے مطابق آپؐ نے فرمایا:

لیس منامن لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنا(۳۵۷)

وہ شخص ہماری جماعت میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور بڑوں کی عزت نہ کرے۔

باہمی رحمت و شفقت کی اس پالیسی کو آپؐ نے نہایت بلیغ انداز میں مسلمانوں کی جماعت کے حوالے سے بیان فرمایا۔ نعمان بن بشیرؓ کہتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہؐ کو فرماتے سنا۔

تری المومنین فی تراحمھم و توادھم و تعاطفھم کمثل الجسد اذا اشتکی عضو تداعی لہ سائر جسدہ بالسھر والحمی (۳۵۸)

تو مومنوں کو باہمی رحم دلی، دوستی اور باہمی مہربانی میں ایک جسم کی مانند پائے گا۔ جب کسی عضو کو دکھ درد پہنچتا ہے تو سارا جسم بے خوابی اور تپ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غلاموں کے لئے: آپؐ کی محبت و شفقت کا سلوک خصوصی طور پر انسانوں کے ان طبقات سے واضح طور پر نظر آتا ہے جو کمزور اور استحصال کا شکار تھے۔ آپؐ نے جس دور میں اپنی دعوت کا آغاز کیا اس میں انسان بھیڑ بکریوں کی طرح بکتے تھے۔ غلاموں اور باندیوں کی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ ان سے ناروا سلوک ہوتا' ان کو اذیتیں دی جاتیں' ان کی تحقیر ہوتی' غرض اس معاشرے میں ان کا کوئی مقام ہی نہ تھا۔ آپؐ نے اپنی تعلیمات اور اپنے طرز عمل سے غلاموں کو بہتر مقام عطا کیا۔ آپؐ کی ملکیت میں جو غلام آئے انہیں ہمیشہ آزاد کیا۔ آپؐ کی شفقت و رحمت کی تاثیر تھی کہ وہ آزادی کے باوجود آپؐ کے سایہ عاطفت کو ترجیح دیتے۔

زید بن حارثہ آپؐ کے غلام تھے جنہیں آپؐ نے آزاد کر دیا۔ ان کے خاندان کو علم ہوا تو ان کے والد لینے کے لئے آئے۔ رسول اللہ نے زیدؓ کو اختیار دے دیا لیکن زیدؓ نے اپنے والد کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا اور نبیؐ کے سایہ عاطفت میں رہنے کو ترجیح دی (۳۵۹)۔ آپؐ نے غلاموں کے لئے غلام کے لفظ کو ناپسند فرمایا بلکہ میرا بچہ' میری بچی کہنے کو ترجیح دی (۳۶۰)۔ آپؐ نے فرمایا کہ کوئی غلام اپنے مالک کو خداوند نہ کہے اللہ تعالیٰ سب کا خداوند ہے (۳۶۱)۔ غلاموں کے سلوک کے مسئلہ پر آپؐ بہت حساس تھے۔ ابو مسعود انصاریؓ ایک دفعہ اپنے غلام کو مار رہے تھے تو انہیں اپنے پیچھے سے آواز سنائی دی:

اعلم ابا مسعود اللہ اقدر علیک منک علیہ	ابو مسعود! جان لو اللہ کو تم پر اس سے زیادہ اختیار ہے جتنا تمہیں اس غلام پر ہے۔

ابو مسعود نے مڑ کر دیکھا تو حضور اکرمؐ تھے۔ عرض کی یا رسول اللہؐ میں نے اسے لوجہ اللہ آزاد کر دیا۔ آپؐ نے فرمایا:

اما (انک) لولم تفعل للفعتک النار (۳۶۲)	اگر تم ایسا نہ کرتے تو آتش دوزخ تم کو چھو لیتی

بنی مقرن میں سے ایک خاندان کے سات افراد کے پاس ایک خادمہ تھی۔ خاندان کے ایک فرد نے اسے طمانچہ مارا تو رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اسے آزاد کر دو۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہمارے پاس صرف ایک خادمہ ہے۔ تو آپؐ نے فرمایا:

فلتخدمهم حتی یستغنوا' فاذا استغنوا فلیعتقوها (۳۶۳)	اچھا اس وقت تک خدمت گذاری کرے جب تک تم اس سے بے نیاز ہو جاؤ جب حاجت نہ رہے تو وہ آزاد ہے۔

غلاموں کے بارے میں جب کبھی آپؐ کے پاس شکایت پہنچی تو آپؐ آزاد کرنے کا حکم دیتے۔ امام احمد نے نقل کیا ہے کہ ایک شخص کے پاس دو غلام تھے جن سے انہیں ہمیشہ شکایت رہتی تھی۔ وہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کو برا بھلا کہتے اور مارتے بھی لیکن ان کے رویے میں فرق نہ آتا۔ اس نے رسول اکرمؐ کے پاس شکایت کی اور اس کا علاج پوچھا۔ آپؐ نے فرمایا: "تمہاری سزا اگر ان کے قصور کے برابر ہو گی تو خیر ورنہ سزا کی جو مقدار زائد ہو گی اس کے برابر تمہیں سزا ملے گی۔" یہ سن کر وہ شخص پریشان ہو گیا اور گریہ و زاری شروع کی۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ یہ شخص قرآن نہیں پڑھتا جس میں آیا ہے "ونضع الموازین القسط (۳۶۴) (اور ہم قیامت کے دن میزان عدل قائم کریں گے) یہ سن کر اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ بہتر یہ ہے کہ میں ان کو الگ کر دوں۔ آپؐ گواہ رہیں کہ اب وہ آزاد ہیں (۳۶۵)۔

غلاموں کے حقوق کا آپؐ کو جتنا خیال تھا اس کا اندازہ آپؐ کے ارشادات و احکامات سے ہو سکتا ہے جو آپؐ ان کے تحفظ کے لئے اختیار فرماتے۔ مالک غلاموں پر جو زیادتیاں کرتے ان میں سے ایک یہ تھی کہ وہ غلاموں کی شادی کر دیتے اور پھر جب چاہتے ان میں تفریق کر دیتے اسے وہ اپنا استحقاق سمجھتے۔ چنانچہ ایک شخص نے اپنی باندی اور اپنے غلام کی شادی کر دی اور پھر دونوں میں علیحدگی کرنا چاہی تو غلام نے بارگاہ رسالت میں شکایت کی۔ آپؐ نے منبر پر جلوہ افروز ہو کر خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے کہا:

مابال احد کم یزوج عبدہ امتہ ثم یرید ان یفرق بینھما؟ انما الطلاق لمن اخذ بالساق (۳۶۶)

تم میں سے بعض لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ اپنے غلام کا اپنی باندی سے بیاہ کرتے ہیں پھر ان کے درمیان تفریق کرنا چاہتے ہیں؟ طلاق کا حق صرف شوہر کو ہے۔

غلاموں سے حسن سلوک اور ان سے شفقت و محبت کا جو رویہ آپؐ نے اپنی ذات کے حوالے سے پیش کیا اس کے لئے دوسروں کو آگاہ کرنے کے مختلف اسلوب اختیار فرمائے۔ کہیں توجہ دلائی' کسی کو حکم دیا اور کہیں نصیحت فرمائی۔ یہ سب طریقے اس رحمت عالم کے اسوہ میں پائے جاتے ہیں۔

ایک شخص نے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی "یا رسولؐ اللہ! میں غلاموں کا قصور کتنی دفعہ معاف کروں؟ آپؐ خاموش رہے۔ اس نے پھر عرض کی۔ آپؐ نے پھر خاموشی اختیار کی۔ اس نے تیسری بار عرض کی تو آپؐ نے فرمایا:

اعفوا عنہ فی کل یوم سبعین مرۃ (۳۶۷)

ہر روز ستر بار معاف کرو۔

ابو ذرؓ جلیل القدر صحابی تھے۔ انہوں نے ایک آزاد غلام کو اس کی عجمی ماں کا طعنہ دیا تو اس نے رسولؐ اللہ سے اس کی شکایت کی۔ آپؐ نے ابوذرؓ سے کہا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یا ابا ذر' انک امرء فیک جاھلیۃ قال: انھم اخوانکم فضل اللہ علیھم فمن لم یلائمکم فبیعوہ ولا تعذبوا خلق اللہ (۳٦۸)

اے ابوذرؓ! تم میں اب تک جاہلیت باقی ہے۔ فرمایا! یہ غلام تمہارے بھائی ہیں۔ خدا نے تم کو ان پر فضیلت عطا کی ہے۔ اگر وہ تمہارے مزاج کے موافق نہ ہوں تو ان کو فروخت کر ڈالو۔ اللہ کی مخلوق کو ستایا نہ کرو۔

دوسری روایت میں یہ الفاظ موجود ہیں:

اخوانکم جعلھم اللہ تحت ایدیکم فمن' کان اخوہ تحت یدیہ' فلیطعمہ مما یاکل ولیکسہ مما یلبس ولا یکلفہ ما یغلبہ فان کلفہ ما یغلبہ فلیعنہ(۳٦۹)

تمہارے بھائی ہیں جنہیں اللہ تعالٰی نے تمہارے ماتحت کیا ہے۔ سو جس شخص کے ماتحت اس کا بھائی ہو اسے وہ کھلائے جو خود کھاتا ہو' وہ پہنائے جو خود پہنے۔ ان کو اتنا کام نہ دے جو وہ نہ کر سکیں اگر ایسا کام دیں تو اس کی اعانت کریں۔

آپؐ کی شفقت و رحمت کا اثر تھا کہ اکثر کافروں کے غلام بھاگ کر آپؐ کے ہاں پناہ لیتے اور آپؐ ان کی آزادی کا اہتمام فرماتے۔(۳۷۰) آپؐ نے فرمایا:

من اعتق امرا مسلما فکان فکاکہ من النار (۳۷۱)

جس کسی نے مسلمان کو آزاد کیا وہ اس کے لئے آگ سے رہائی کا باعث ہو گا۔

اسی طرح آنحضورؐ سے منقول ہے:

من اعتق رقبتہ موسنتہ کانت فداء ہ من النار (۳۷۲)

جس شخص نے ایک مومن کی گردن آزاد کرائی وہ اس کے لئے آگ سے بچاؤ کا ذریعہ ہوگی۔

جو غلام آزاد ہوتے آپؐ ان کی مالی معاونت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھتے۔ مال غنیمت جب تقسیم ہوتا تو اس میں سے غلاموں کو حصہ دیتے (۳۷۳)۔ آپؐ کی رحمت و شفقت بالآخر غلامی کے اختتام کا ذریعہ ثابت ہوئی۔

عام مخلوق کے لئے: حضور اکرمؐ صرف انسانوں ہی کے لئے نہیں بلکہ پوری مخلوق کے لئے رحمت تھے۔ نباتات و حیوانات کے بارے میں آپؐ کے خصوصی رویوں اور ارشادات کا پتہ چلتا ہے بالخصوص حیوانات کے بارے میں آپؐ کے واضح ارشادات ہیں۔ چونکہ جاہلی معاشرہ بنیادی طور پر ایک ظالم معاشرہ تھا اور اس ظلم کی بنیاد قوت تھی۔ ہر طاقتور سب کچھ کر گزرنے کو اپنا حق

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سمجھتا تھا اور ہر کمزور ظلم کا شکار ہوتا ہے۔ جاہلی عرب طاقت کے جائز ناجائز استعمال کو نہ صرف ضروری خیال کرتے تھے بلکہ اسے مسلمہ اصول سمجھتے اور اس کے اظہار پر فخر کرتے۔ طاقت کا استعمال اقدام و دفاع دونوں میں یکساں طور پر مرغوب تصور کیا جاتا تھا۔ عرب شعراء نے مسلک جارحیت کو اپنے اشعار کی زینت بنایا ہے مثلاً:

الا لا یجھلن احد علینا فنجھل فوق جھل الجاھلینا
ومن لم یزد عن حوضہ بسلاحہ یھدم ومن لایظلم الناس یظلم
(۳۷۴)

جاہلی عربوں کی ظالمانہ روش کا شکار ہر کمزور مخلوق تھی۔ بچوں پر، عورتوں پر، غلاموں پر اور سب سے بڑھ کر حیوانوں پر جو مظالم ہوتے اس کی کوئی حد نہیں۔ حیوانات کے بارے میں عربوں کے رویے کا کچھ اندازہ ان اصلاحات سے ہو سکتا ہے جو نبی کریمؐ نے نافذ فرمائیں یا ان ارشادات سے جو حیوانوں پر رحم کرنے سے متعلق ارشاد فرمائے۔ حیوانوں پر ظلم کی ایک صورت یہ تھی کہ اونٹوں کے گلے میں قلادہ لٹکاتے تھے۔ آپؐ نے اسے روک دیا۔ ابوبشیر الانصاری کی روایت کے مطابق حضورؐ کے حکم پر قلادے کاٹ دیئے گئے۔(۳۷۵) اس طرح جانوروں کو داغنے کا رواج تھا جسے حضورؐ نے ناپسند فرمایا۔ جابرؓ کی روایت کے مطابق آپؐ نے داغنے سے منع فرمایا۔(۳۷۶) جابرؓ ہی کی روایت ہے:

ان النبی مر علیہ حمار قد وسم فی وجھہ فقال: لعن اللہ الذی وسمہ (۳۷۷)

نبیؐ کے پاس سے گدھا گزرا جس کے منہ کو داغا گیا تھا۔ تو آپؐ نے فرمایا اس شخص پر اللہ کی لعنت جس نے اسے داغا۔

علامت یا بعض دیگر ضرورتوں کی وجہ سے داغنا پڑے تو ان اعضاء پر نشان لگایا جائے جو نازک نہیں ہیں تاکہ تکلیف کم ہو۔ جانوروں پر انسانی تصرفات کے سلسلے میں بھی آپؐ نے خصوصی ہدایات فرمائیں۔ عتبہ بن عبدالسلمی بیان کرتے ہیں کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا:

لا تقصوا نواصی الخیل ولا معارفھا ولا اذنابھا فان اذنابھا مذابھا ومعارفھا دفاعھا ونواصیھا معقود فیہ الخیر (۳۷۸)۔

گھوڑوں کی پیشانیاں، ایال اور دمیں نہ کاٹو۔ اس لئے کہ دم ان کا مور چھل ہے اور ایال ان کا لحاف ہے۔ اور ان کی پیشانیوں میں خیر ہے۔

اسی طرح آپؐ نے جانوروں کو لڑانے سے منع فرمایا:

نھی رسول اللہ عن التحریش بین البھائم (۳۷۹)

رسولؐ اللہ نے جانوروں کی باہمی لڑائی سے منع فرمایا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جانوروں کو اللہ تعالیٰ نے انسانی فضیلت کے لئے مسخر کیا ہے۔ لہٰذا ان کے استعمال میں حدود کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ حضور اکرمؐ کے ایک ارشاد سے ان حدود کا پتہ چلتا ہے۔ ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے فرمایا:

اياكم ان تتخذوا ظهور دوابكم منابر فان الله سخرها لكم لتبلغكم الى بلد كم لم تكونوا بالغيه الا بشق الانفس وجعل لكم الارض لعليها فاقضوا حاجتكم۔ (۳۸۰)

جانوروں کی پشتوں کو اپنی کرسیاں بنانے سے گریز کرو۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں تمہارے لئے مسخر کیا ہے تاکہ تم آسانی سے وہاں پہنچ جاؤ جہاں تم دقت سے پہنچتے تھے۔ اس غرض کے واسطے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے زمین بنائی سو اس سے اپنی حاجتیں پوری کرو۔

عربوں کے ہاں اس میں کوئی قباحت نہ تھی کہ زندہ جانوروں سے گوشت کا لوتھڑا کاٹ لیا جائے اور اسے پکا کر کھایا جائے۔ رسول اکرمؐ نے اس سے منع فرمایا۔ ابو واقد کے مطابق آپؐ نے فرمایا:

ما قطع من البهيمة وهى حية فهى ميتة (۳۸۱)۔

جو کچھ زندہ جانور سے کاٹا گیا وہ مردار ہے۔

ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ نبیؐ کا گزر ایک شخص کے پاس سے ہوا جو اپنی بکری کو کان سے پکڑ کر کھینچ رہا تھا تو آپؐ نے فرمایا:

دع اذنها وخذ بسالفتها (۳۸۲)

اس کا کان چھوڑ دو اور گردن کی طرف سے پکڑو۔

ان کے ہاں ایک یہ عمل بھی رائج تھا کہ جانور کو باندھ کر اسے نشانہ بناتے اور تیراندازی کی مشق کرتے۔ آنجنابؐ نے اس ظالمانہ روش کی بھی ممانعت فرمائی۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں:

نهى رسول الله ان يتخذ شئى فيه الروح غرضا ۳۸۳

نبیؐ نے ذی روح شئی کو نشانہ بنانے سے منع فرمایا۔

انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں:

نهى رسول الله ان تصبر البهائم (۳۸۴)

نبیؐ نے جانوروں کو باندھ کر نشانہ بنانے سے منع فرمایا۔

جانوروں پر شفقت و رحمت کے سلسلے میں آپؐ خاص اہتمام فرماتے۔ چرند پرند کو تکلیف پہنچتی تو اس کا ازالہ فرماتے۔ ایک سفر کے دوران جہاں قیام فرمایا وہاں ایک پرندے نے انڈے دیئے تھے۔ ایک شخص نے انڈا اٹھایا تو پرندہ بے قرار ہو کر پر مار رہا تھا۔ دریافت کرنے پر انڈا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اٹھانے والے نے بتایا تو آپؐ نے فرمایا: "وہیں رکھ دو" (۳۸۵)

ایک صحابی حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو چادر کے نیچے پرندے کے بچے چھپائے ہوئے تھے۔ دریافت کرنے پر بتایا کہ جھاڑی سے آواز آرہی تھی اور میں دیکھ کر بچوں کو نکال لایا۔ ان بچوں کی ماں میرے سر پر منڈلانے لگی۔ آپؐ نے فرمایا:

ارجع بھن حتی تضعھن من حیث اخذت (۳۸۶)

جاؤ اور بچوں کو وہیں رکھ آؤ'

ایک مرتبہ راستے میں ایک اونٹ نظر سے گزرا جس کا پیٹ اور پیٹھ شدت گرسنگی سے ایک ہو گئے تھے تو آپؐ نے فرمایا:

اتقوا اللہ فی ھذہ البھائم المعجمۃ' فارکبوھا صالحۃ و کلوھا صالحۃ (۳۸۷)۔

ان بے زبانوں سے متعلق اللہ سے ڈرو۔ اچھی سواری کرو اور اچھا کھلاؤ۔

ایک دفعہ آپؐ ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے۔ ایک گرسنہ اونٹ نظر آیا۔ وہ آپؐ کو دیکھ کر بلبلایا اور اس کی آنکھوں سے پانی بہہ نکلا۔ آپؐ نے شفقت سے اس پر ہاتھ پھیرا۔ پھر لوگوں سے اس کے مالک کا نام پوچھا تو ایک انصاری نے کہا کہ اس کا اونٹ ہے۔ آپؐ نے فرمایا:

الا تتقی اللہ فی ھذہ البھیمۃ التی ملک اللہ ایاھا فانہ شکی الی انک تجیعہ وتدئبہ (۳۸۸)

اس جانور کے معاملے میں جو اللہ نے تمہاری ملکیت میں دیا ہے۔ اللہ سے نہیں ڈرتے۔ اس نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ تم بھوکا رکھتے ہو اور زیادہ کام سے تھکاتے ہو۔

جانوروں پر شفقت و رحمت کے سلسلے میں آپؐ نے لوگوں کو نصیحت بھی کی اور اس پر آمادہ بھی کیا۔ ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے ایک آدمی کا واقعہ سنایا جو پیاس کی شدت کے باعث کنوئیں میں اترا اور پانی پیا۔ اس نے دیکھا کہ کتا پیاس کی شدت کے باعث مٹی چاٹ رہا ہے۔ وہ شخص دوبارہ کنوئیں میں اترا اور اپنے موزے میں پانی بھر کر اپنے منہ میں اٹھا کر لایا اور کتے کو پلایا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے اس عمل کو قبول کیا اور اسے بخش دیا۔ لوگوں نے کہا یا رسولؐ اللہ! کیا ہمارے لئے جانوروں کے سلسلے میں اجر ہے تو آپؐ نے فرمایا:

فی کل ذات کبد رطبۃ اجر (۳۸۹) ہر ذی روح کے سلسلے میں اجر ہے۔

اسی طرح بلی کو اذیت دینے پر ایک عورت عذاب میں گرفتار ہوئی۔ عبداللہ بن عمرؓ کی روایت کے مطابق رسولؐ اللہ نے فرمایا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عذبت امراۃ فی ھرۃ اوثقتھا فلم تطعمھا ولم تسقھا ولم تدعھا تاکل من خشاش الارض (۳۹۰)

ایک عورت کو بلی کی وجہ سے عذاب ہوا کیونکہ اس نے بلی کو باندھ رکھا تھا نہ کھلاتی پلاتی اور نہ چھوڑتی تاکہ زمین پر پڑی چیزیں کھا سکے۔

آپؐ کے رویے، عمل اور ارشادات و نصائح سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ کی مخلوق سے پیار انسانی شرف کی تکمیل ہے۔ آپؐ نے زندگی بھر اس شرف کا اعلیٰ معیار قائم رکھا اور آنے والے لوگوں کو ان اعلیٰ قدروں کی طرف توجہ دلائی۔ اللہ نے انسان کو جن چیزوں سے متمتع ہونے کی اجازت دی ہے ان میں بعض جانوروں کو ذبح کر کے کھانے کی بھی اجازت دی ہے لیکن اللہ کے نام پر حاصل ہونے والی اس اذن میں بھی شفقت و رحمت کا پہلو پیش نظر رکھا۔ ظالمانہ اور سنگدلانہ طریق سے مارنے کو ناپسند فرمایا۔ غیر ضروری طور پر جانوروں کو ضائع کرنے سے منع فرمایا اور جانوروں کی نفسیات کا لحاظ کیا۔ ذبح کے مناسب طریقہ کو اختیار کرنے کا حکم دیتے ہوئے آپؐ نے فرمایا:

ان اللہ کتب الاحسان علی کل شئی فاذا قتلتم فاحسنوا القتلۃ واذا ذبحتم فاحسنوا الذبح فلیحد احدکم شفرتہ فلیرح ذبیحتہ۔ (۳۹۱)

اللہ تعالیٰ نے ہر شے سے حسن سلوک لازم کیا ہے۔ جب مارنے لگو تو اچھا طریق اختیار کرو اور جب ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو۔ تمہیں اپنی چھری تیز کرنی چاہئے اور اپنے ذبیحہ کو راحت دینی چاہئے۔

صرف یہی نہیں بلکہ یہ بھی فرمایا کہ جانور کے سامنے چھری تیز نہیں کرنی چاہئے (۳۹۲)۔ آپؐ کی شفقت و رحمت انسانوں اور حیوانوں تک ہی محدود نہیں۔ اس کی وسعت میں پورا ماحول داخل ہے۔ آپؐ نے درختوں کو بے سبب کاٹنے اور کھیتیاں خراب کرنے سے منع فرمایا (۳۹۳)۔ حضور اکرمؐ نے جہاد کے وقت جو ہدایات فرمائیں وہ اس شفقت و رحمت کا واضح بیان ہے۔ حالت جنگ میں اس طرح کی ہدایات تاریخ انسانی کی منفرد مثال ہیں۔ انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا:

انطلقوا بسم اللہ وباللہ وعلی ملۃ رسول اللہ، ولا تقتلوا شیخا فانیا ولا طفلا ولا صغیرا ولا امراۃ ولا تغلوا وضموا غنائمکم واصلحوا (واحسنوا ان اللہ یحب المحسنین) (۳۹۴) (۳۹۵)

اللہ کے لئے اس کے نام پر اور رسولؐ اللہ کی ملت پر جاؤ۔ کسی بوڑھے، بچے کم سن اور کسی عورت کو قتل نہ کرنا، خیانت نہ کرنا، غنیمت اکٹھی کرنا اور اصلاح پیش نظر رکھنا اور احسان کرنا کہ اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختصار المراجع

ابن ماجہ	ابن ماجہ	السنن
ابو داود ح	ابو داود	السنن، حمص، ۱۹۶۹
ابو داود م	ایضاً	ایضاً، مصر، ۱۹۵۰ء
احیاء	الغزالی	احیاء علوم الدین
الاستیعاب	ابن عبدالبر	الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب
الاصابۃ	ابن حجر	الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ
بخاری د	البخاری	الجامع الصحیح دار احیاء التراث العربی
بخاری م	ایضاً	الجامع الصحیح، مصطفیٰ البابی الحلبی مصر
ترمذی ت	الترمذی	الجامع الصحیح/السنن، دار احیاء التراث العربی
ترمذی م	ایضاً	ایضاً، مطبع منیریۃ، مصر
حجۃ	شاہ ولی اللہ	حجۃ اللہ البالغۃ
دار قطنی	دار قطنی	السنن
دارمی	دارمی	السنن
سیرۃ	ابن ہشام	السیرۃ النبویۃ
سیرۃ النبیؐ	سلیمان ندوی	سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم
طبقات	ابن سعد	الطبقات الکبیر
کنز	علی متقی	کنزالعمال
لسان	ابن منظور	لسان العرب
مستدرک	حاکم	مستدرک
مسلم م	مسلم	الجامع الصحیح، مصر
مسلم د	مسلم	الجامع الصحیح، بیروت
مسند	احمد بن حنبل	المسند
مشکوٰۃ	خطیب تبریزی	مشکوٰۃ المصابیح
المعجم	ونسک	معجم المفہرس لالفاظ الحدیث النبوی
موطاء	مالک	موطاء

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

91211

حواشی

۱۔ احیاء' باب حقیقتہ حسن الخلق' ۳/۵۲

۲۔ لسان' (مادۃ خلق) ۱۰/۸۶

۳۔ بخاری م میں "کمعادن الذھب والفضۃ" موجود نہیں' کتاب الانبیاء' باب المناقب' ۴/۱۵۴' مسلم د میں "تجدون الناس معادن" کے الفاظ ہیں' کتاب فضائل الصحابتہ' باب خیار الناس ۷/۱۸۱ جبکہ کتاب البر والصلۃ' باب الارواح جنود مجندۃ ۸/۴۱ میں یہی الفاظ نقل ہوئے ہیں۔

۴۔ احیاء' باب حقیقتہ حسن الخلق' ۳/۵۲

۵۔ ایضاً' باب قبول الاخلاق للتغیر' ۳/۵۴

۶۔ حجتہ' ابواب الاحسان' ۲/۵۶۰

۷۔ القلم/۳ ۔ ۴

۸۔ التوبتہ/۱۲۸

۹۔ آل عمران /۱۵۹

۱۰۔ الاحزاب/۲۱

۱۱۔ ابو داؤد م' کتاب الصلوٰۃ باب صلاۃ اللیل' ۲/۵۶' مسلم د' کتاب المساجد' باب جامع صلاۃ اللیل' ۲/۱۶۹

۱۲۔ موطاء' باب حسن الخلق /۹۰۴' کنز العمال' ۳/۱۶

۱۳۔ ایضاً

۱۴۔ مسلم د' کتاب فضائل الصحابتہ' مناقب ابی ذر' ۷/۱۵۶

۱۵۔ بخاری م' باب بدء الوحی' ۱/۵

۱۶۔ مسلم د' کتاب المساجد' باب الدعاء فی صلاۃ اللیل' ۲/۱۸۵

۱۷۔ ترمذی ت' کتاب الایمان' باب فی استکمال الایمان' ۴/۳۲' ابو داؤد م' کتاب السنتہ باب الدلیل علی زیادۃ الایمان و نقصانہ' ۴/۳۰۴

۱۸۔ المومنون /۱ ۔ ۵

۱۹۔ المومنون /۸

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۰۔ ابو داؤدم' کتاب الادب' باب حسن الخلق' ۴/۳۰ الفاظ کے تھوڑے اختلاف کے ساتھ' مسند ۶/۶۴

۲۱۔ ترمذی ت' کتاب البر' باب فی حسن الخلق' ۴/۳۶۳' ابو داؤد ح نے بھی ایک حصہ نقل کیا ہے' کتاب الادب' باب حسن الخلق' ۵/۱۵۰

۲۲۔ بخاری م' کتاب الادب' باب حسن الخلق' ۷/۸۲

۲۳۔ ایضاً' باب لم یکن النبیؐ فاحشاً' ۷/۸۱

۲۴۔ یہ حدیث مختلف الفاظ کے ساتھ حاکم' نسائی ابن ماجہ وغیرہ نے بیان کی ہے' مسند' ۴/۳۸۵' کنز' کتاب الاخلاق ۳/۸

۲۵۔ کنز' کتاب الاخلاق' ۳/۳

۲۶۔ "ایضاً' ۳/۱۰

۲۷۔ الفرقان /۶۳ ۔ ۷۴

۲۸۔ الشوریٰ/۳۶ ۔ ۴۳

۲۹۔ آل عمران /۱۳۳ ۔ ۱۳۴

۳۰۔ الدھر/۸

۳۱۔ مسلم م' کتاب البر والصلۃ' باب تحریم ظلم المسلم' ۷/۱۱

۳۲۔ البقرۃ/ ۱۷۷

۳۳۔ مسلم م' کتاب البر والصلۃ' باب تفسیر البر والاثم' ۷/۶

۳۴۔ مسند' ۲/۳۹۴' ابو داؤدم' کتاب الادب' باب حسن العشرۃ' ۴/۳۴۷

۳۵۔ الشمس/۸

۳۶۔ القیامہ /۱۴ ۔ ۱۵ www.KitaboSunnat.com

۳۷۔ القیامہ/۲

۳۸۔ مسند' ۴/۲۲۸' دارمی' کتاب البیوع' باب دع ما یریبک الی مالا یریبک' ۲/۲۴۶

۳۹۔ ترمذی م کتاب التفسیر' سورۃ المطففین' ۵/۱۰۵

۴۰۔ المطففین/۱۴

۴۱۔ بخاری م' کتاب المواقیت' باب الصلوات الخمس کفارۃ' ۱/۱۳۴

۴۲۔ البقرہ /۲۰۷

۴۳۔ البقرۃ /۲۰۵

۴۴۔ النساء /۱۱۴

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴۵۔ الرعد /۲۲

۴۶۔ الیل /۱۸۔ ۲۰

۴۷۔ بخاری م' کتاب الجہاد' باب من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیا' ۴/ ۵۰

۴۸۔ بخاری م' کتاب الجہاد' باب الخیل فی النار' ۴/۷۵' کتاب المناقب' ابواب علامات النبوۃ' ۴/۵۳۶' مسلم د' کتاب الزکاۃ' باب اثم مانع الزکاۃ' ۳/۷۲

۴۹۔ ترمذی م' کتاب الزھد' باب جاء فی الریاء والسمعۃ ۴/۱۹

۵۰۔ ھود /۱۵۔ ۱۶

۵۱۔ بخاری م' باب ماجاء ان العمل بالنیۃ' ۱/۲

۵۲۔ آل عمران /۱۴۵

۵۳۔ مسند' ۵/۲۵۱' ۲۵۲ ' امام احمد نے اسے ابو امامہ الباہلی سے روایت کیا ہے' مستدرک' ۱/۱۴

۵۴۔ کنز' ۱/۳۷

۵۵۔ مستدرک' کتاب الایمان' ۱/۱۳

۵۶۔ سیرۃ النبی' ۲/۶۲

۵۷۔۳ الحجرات /۷

۵۸۔ الحجر/۵۵

۵۹۔ الحجر/۵۶

۶۰۔ یوسف/۸۷

۶۱۔ الزمر/۵۳

۶۲۔ دارمی' کتاب الرقائق' باب فی حسن الظن باللہ' ۲/۳۰۵' یہ حدیث تھوڑے اختلاف کے ساتھ تمام کتب حدیث میں منقول ہے' بخاری م' کتاب التوحید' باب قول اللہ و یحذرکم اللہ نفسہ' ۸/۱۷۱' مسلم د' کتاب الذکر والدعا' باب فضل الذکر والدعاء ۸/۶۶' ۶۷' ترمذی م' کتاب الزھد' باب حسن الظن باللہ' ۴/۲۳

۶۳۔ ترمذی م' کتاب الدعوات' ۵/۲۴۳

۶۴۔ الزمر/۹

۶۵۔ النساء/۱۰۴

۶۶۔ احیاء ۴/۱۵۵

۶۷۔ الاعراف /۱۵۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۶۸۔ فاطر/۶۸

۶۹۔ الیٰسٓ/۸

۷۰۔ الرحمٰن/۳۶

۷۱۔ النازعات/۳۰

۷۲۔ احیاء، ۴/۱۶۴

۷۳۔ الم السجدۃ/۱۶

۷۴۔ الانبیاء/۹۰

۷۵۔ احیاء، ۴/۱۶۶

۷۶۔ ایضاً

۷۷۔ احبار ۲۴، ۱۷، خروج، ۲۱۔ ۲۴، گنتی، ۳۱۔ ۳۵، استثناء ۱۱۔ ۱۲، ۱۹

۷۸۔ متی، ۵، ۳۸

۷۹۔ سیرۃ النبی، ۶/۹۱

۸۰۔ البقرہ/۱۷۸

۸۱۔ المائدۃ/۳۵

۸۲۔ الشوریٰ/۴۰

۸۳۔ النحل/۹۰

۸۴۔ ال عمران/۱۳۴

۸۵۔ الشوری/۴۳

۸۶۔ الاعراف/۱۹۹

۸۷۔ المومنون/۹۶۔ ۹۸

۸۸۔ الاحقاف/۳۵

۸۹۔ بخاری م، کتاب الحدود، باب اقامتہ الحدود والانتقام لحرمات اللہ، ۸/۵۱۱

۹۰۔ ابو داؤد م، کتاب الدیات، باب الامام یا مر بالعفو فی الدم، ۴/۱۶۹، نسائی، کتاب القسامتہ، باب الامر بالعفو عن القصاص، ۷/۳۷، حلیتہ، ۴/۲۴۳ یہ حدیث الفاظ کے تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ مختلف کتب حدیث میں مروی ہے۔
مجمع الزوائد ۸/۱۹۱

۹۱۔ مشکوۃ، کتاب الادب، باب الشفقۃ والرحمہ علی الخلق، ۲/۶۱۳

۹۲۔ بخاری د، کتاب الادب، باب الرفق فی الامر کلہ، ۷/۸۰

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۹۳۔ کنز، کتاب المواعظ، ۱۶/۱۲۸

۹۴۔ بخاری د، کتاب الادب، باب لم یکن النبیؐ فاحشا، ۷/۸۲

۹۵۔ بخاری د، کتاب الادب، باب اکرام الضیف، ۷/۱۰۴

۹۶۔ بخاری د، کتاب الادب، باب کل معروف صدقۃ، ۷/۷۹

۹۷۔ ایضاً

۹۸۔ ایضاً، باب رحمۃ الناس بالبھائم، ۷/۷۷

۹۸الف۔ ایضاً، ۷/۸۷

۹۹۔ ایضاً ۷/۷۸

۱۰۰۔ القلم/۴

۱۰۱۔ بخاری م، باب بدء الوحی، ۱/۴

۱۰۲۔ ابو داؤد م، کتاب الصلوۃ، باب صلاۃ اللیل، ۲/۵۶

۱۰۳۔ مسند، ۶/۱۷۴، ۲۳۶، ۲۴۶، ترمذی ت، کتاب البر، ۴/۳۶۹

۱۰۴۔ مسلم د، کتاب الفضائل، باب مباعدتہ صلی اللہ علیہ وسلم للاثام، ۷/۸۰، ابو داؤد ح، کتاب الادب، باب فی التجاوز فی الامر، ۵/۱۳۲

۱۰۵۔ الشمائل، باب ماجاء فی خلقہ، ۲۴۔۲۶

۱۰۶۔ ایضاً، ۱۶

۱۰۷۔ ایضاً، ۲۱

۱۰۸۔ مسند، ۱/۲۰۲، سیرۃ، ۱/۳۵۹

۱۰۹۔ بخاری م، باب بدء الوحی، ۱/۹، کتاب الجہاد، باب دعاء النبیؐ الی الاسلام، ۴/۲ پر مفصل بیان موجود ہے۔

۱۱۰۔ بخاری م، کتاب الرقاق، باب القصد والمداومۃ علی العمل، ۸/۳۱۴

۱۱۱۔ ایضاً

۱۱۲۔ ایضاً۔

۱۱۳۔ ابوداؤد م، کتاب الصلوۃ، باب قیام اللیل، ۲/۴۳

۱۱۴۔ بخاری م، مناقب الانصار، باب ذکر جریر بن عبداللہ، ۵/۱۰۱، مسلم د، کتاب فضائل الصحابۃ، باب مناقب جریر بن عبداللہ، ۷/۱۵۷

۱۱۵۔ النساء/۸۷

۱۱۶۔ النساء/۱۲۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۱۷۔ ال عمران/۹۵
۱۱۸۔ مریم/۴۱
۱۱۹۔ مریم/ ۵۶
۱۲۰۔ مریم / ۵۴
۱۲۱۔ یوسف/۴۶
۱۲۲۔ المائدۃ/۷۵
۱۲۳۔ ال عمران/۱۷
۱۲۴۔ الاحزاب/ ۳۵
۱۲۵۔ التوبۃ/ ۱۱۹
۱۲۶۔ احیاء' ۴/ ۳۸۷
۱۲۷۔ سیرۃ ۱/ ۳۲۰
۱۲۸۔ ترمذی م' کتاب التفسیر' تفسیر سورۃ الانعام' ۵/ ۲۶۱
۱۲۹۔ الانعام / ۳۳
۱۳۰۔ بخاری د' کتاب التفسیر' سورۃ تبت' ۶/ ۹۴
۱۳۱۔ بخاری د' باب بدء الوحی' ۱/ ۶
۱۳۲۔ النساء/ ۶۹
۱۳۳۔ الحدید/۱۹
۱۳۴۔ ترمذی ت' کتاب التفسیر' ۵/ ۲۷۶' کتاب الحج' باب ماجاء فی کراھیۃ الطواف عریانا' ۳/ ۲۲۲
۱۳۵۔ بخاری م' کتاب التفسیر' باب الذین جاء وابالافک' ۶/ ۲۴۸
۱۳۶۔ ابو داؤد ح' کتاب الطھارۃ' باب کراھیۃ الکلام عندالحاجۃ' ۱/ ۲۲
۱۳۷۔ بخاری م' کتاب الادب' باب الحیاء' ۸/ ۸۸
۱۳۸۔ بخاری م' کتاب الادب' باب اذالم تستح فاصنع ما شئت' ۸/ ۸۹
۱۳۹۔ موطا' کتاب حسن الخلق' باب ماجاء فی الحیاء' ۱/ ۹۰۴
۱۴۰۔ بخاری م' کتاب الایمان' باب امور الایمان' ۱/ ۱۸
۱۴۱۔ بخاری م' کتاب الحج' باب فضل مکۃ و بنیانھا' ۳/ ۳۸۱
۱۴۲۔ بخاری م' کتاب الادب' باب الحیاء ۸/ ۸۹' مسلم د' کتاب الفضائل' باب کثرۃ حیاءہ' ۷/ ۷۷' ابن ماجہ کتاب الزھد' باب الحیاء' ۲/ ۱۳۹۹

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۴۳۔ ترمذی ت، کتاب الادب، باب دخول الحمام، ۵/۱۱۳، ابن ماجہ، کتاب الادب، باب دخول الحمام، ۲/۱۲۳۳

۱۴۴۔ طبقات، ۲/۲۵۷

۱۴۵۔ الاحزاب/۵۳

۱۴۶۔ مسلم د، کتاب الطہارۃ، باب استحباب استعمال المغتسلۃ ۱/۱۷۹۔ ۱۸۰

۱۴۷۔ البقرۃ، ۲۲۵

۱۴۸۔ آل عمران/۱۵۵، بنی اسرائیل/۴۴

۱۴۹۔ النساء/۱۲

۱۵۰۔ الحج/۵۹

۱۵۱۔ البقرۃ/۲۶۳

۱۵۲۔ التغابن/۱۷

۱۵۳۔ ارشاد خداوندی ہے۔ فبشرنہ بغلام حلیم (الصفت/۱۰۱)

۱۵۴۔ التوبۃ/۱۱۴

۱۵۵۔ ترمذی ت، کتاب البر، باب ماجاء فی کثرۃ الغضب، ۴/۳۷۱

۱۵۶۔ بخاری د، کتاب الادب، باب الحذر من الغضب، ۷/۹۹

۱۵۷۔ ترمذی ت، کتاب البر، باب ماجاء فی کظم الغیظ، ۴/۳۷۲

۱۵۸۔ بخاری د، کتاب الادب، باب قول النبی یسروا، ۷/۱۰۱

۱۵۹۔ بخاری د، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائکۃ، ۴/۸۳، مسلم د، کتاب الجہاد، باب مالقی النبی من اذی المشرکین والمنافقین، ۵/۱۸۱

۱۶۰۔ مسند، ۶/۲۱۸

۱۶۱۔ بخاری د، کتاب المغازی، باب غزوۃ الطائف، ۵/۱۰۵

۱۶۲۔ ایضاً، ۵/۱۰۵۔ ۱۰۶

۱۶۳۔ مسلم د، کتاب الفضائل، باب کان رسول اللہ احسن خلقا، ۷/۷۳ یہاں ۹ اور ۱۰ سال کا ذکر ہے، ابوداؤد ح، کتاب الادب، باب فی الحلم واخلاق النبی، ۵/۱۳۲۔۱۳۳

۱۶۴۔ بخاری د، ابواب المناقب، باب ماجاء فی اسماء رسول اللہ، ۴/۱۶۲

۱۶۵۔ بخاری د، کتاب المریض، باب عیادۃ المریض راکبا و ماشیا، ۷/۷

۱۶۶۔ بخاری د، کتاب المرضی، باب عیادۃ المریض راکبا و ماشیا، ۷/۸

۱۶۷۔ الشوری/۱۹

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۶۸۔ یوسف/۱۰۰

۱۶۹۔ مسلم د'کتاب البروا لصلۃ' باب فضل الرفق' ۸/۲۲

۱۷۰۔ طہ/۴۳

۱۷۱۔ ال عمران/۱۵۹

۱۷۲۔ مسلم د'کتاب البروا لصلۃ' باب فضل الرفق' ۸/۲۲

۱۷۳۔ ایضاً

۱۷۴۔ مسلم د'کتاب البروا لصلۃ' باب فضل الرفق ۸/۲۲

۱۷۵۔ ترمذی ت'کتاب صفۃ القیامۃ' ۴/۶۵۴' مسند' ۱/۴۱۵' احمد بن حنبل نے حمل کے بجائے لین نقل کیا ہے۔

۱۷۶۔ سیرۃ النبی' ۶/۴۵۰

۱۷۷۔ بخاری د' کتاب الصلوۃ' باب الاذان للمسافر' ۱/۱۵۵' بخاریؒ نے رفیقا کے بجائے رفیقا نقل کیا ہے' مسلم د'کتاب المساجد' باب من احق بالامامۃ' ۲/۱۳۴

۱۷۸۔ ابن ماجہ'کتاب الجنائز' باب ماجاء فی ابکاء علی المیت' ۱/۵۰۷

۱۷۹۔ بخاری د'کتاب المرضی والطب' باب عیادۃ الصبیان' ۷/۵

۱۸۰۔ دارمی' ماکان علیہ الناس قبل مبعثہ' ۱/۳۔۴

۱۸۱۔ ابن ماجہ'کتاب الزھد' باب ذکر الشفاعۃ' ۲/۱۴۴۰

۱۸۲۔ بخاری م'کتاب المرضی' باب عیادۃ المریض' ۷/۳۷۵

۱۸۳۔ شمائل' باب ماجاء فی تواضع رسول اللہ' ۳۴۶

۱۸۴۔ مستدرک' باب فتح مکہ' ۳/۴۸

۱۸۵۔ شمائل' باب ماجاء فی تواضع رسول اللہ' ۳۳۷۔۳۵۴

۱۸۶۔ مسند' ۳/۱۵۳

۱۸۷۔ بخاری د' باب الانبیاء' باب واذکر فی الکتاب مریم' ۴/۱۴۲' مسند' ۱/۴۷' ۵۵

۱۸۸۔ ابو داؤد ح'کتاب النکاح' باب حق الزوج علی المراۃ' ۲/۶۰۴۔۶۰۵

۱۸۹۔ بخاری د'کتاب الکسوف' ۲/۲۴

۱۹۰۔ ابن ماجہ'کتاب النکاح' باب اعلان النکاح' ۱/۱۱۸

۱۹۱۔ ابو داؤد ح'کتاب الادب' باب قیام الرجل للرجل' ۵/۳۹۹۔ اسی مفہوم کو ابن ماجہ نے (کتاب الدعا' ۲/۱۲۶۱ میں) اور مسلم نے (کتاب الصلوۃ' ۲/۱۹) مختلف انداز میں بیان کیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۱۹۲۔ سیرۃ، ۴/۴۸

۱۹۳۔ شمائل، باب ماجاء فی تواضع رسول اللہ، ۳۴۶

۱۹۴۔ بخاری م، کتاب الادعیۃ، باب التنفس فی الشرب، ۷/۲۴۱

۱۹۵۔ ابو داؤد ح، کتاب اللباس، باب فی اتخاذ الستور، ۴/۳۸۲

۱۹۶۔ ابن ماجہ، کتاب الزھد، باب فی البناء والخراب، ۲/۱۳۹۳

۱۹۷۔ بخاری د، کتاب اللباس، باب الحریر للنساء، ۷/۴۶

۱۹۸۔ ابو داؤد ح، کتاب الخاتم، ۴/۴۲۵، بخاری د، کتاب اللباس، باب خاتم الفضۃ، ۷/۵۱

۱۹۹۔ بخاری د، کتاب اللباس، باب الحریر للنساء، ۷/۴۶

۲۰۰۔ ایضاً، باب الاکسیۃ والخمائص، ۷/۴۱

۲۰۱۔ ترمذی ت، کتاب الزھد، باب معیشۃ النبیؐ، ۴/۵۸۰

۲۰۲۔ بخاری م، کتاب الرقاق، باب کیف کان عیش النبیؐ، ۸/۳۱۱

۲۰۳۔ ایضاً

۲۰۴۔ مسلم د، کتاب الصوم، باب جواز صوم النافلۃ، ۳/۱۵۹ ۔ ۱۶۰

۲۰۵۔ ترمذی ت، کتاب الزھد، باب فی معیشۃ النبیؐ، ۵/۵۷۹

۲۰۶۔ سیرۃ النبی، ۲/۳۲۶

۲۰۷۔ بخاری م، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح، ۷/۲

۲۰۸۔ بخاری م، کتاب الصوم، باب صوم الدھر، ۳/۱۱۳

۲۰۹۔ ایضاً، باب حق الاھل فی الصوم، ۳/۱۱۳

۲۱۰۔ مسند ۵/۲۶۶، ۶/۱۱۶، ۲۳۵

۲۱۱۔ التوبۃ/ ۱۱۱

۲۱۲۔ المائدۃ/ ۲۳

۲۱۳۔ ایضا

۲۱۴۔ الانفال/ ۶۵

۲۱۵۔ الاحزاب/ ۱۰ ۔ ۱۱

۲۱۶۔ مسند، ۱/۱۳۶

۲۱۷۔ مسلم د، کتاب الجھاد، باب غزوۃ حنین، ۵/۱۶۸

۲۱۸۔ مسلم د، کتاب الجھاد باب غزوۃ حنین، ۵/۱۶۸، ۱۶۹، ترمذی ت، کتاب الجھاد،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۴/۲۰۰

۲۱۹۔ ایضاً

۲۲۰۔ ایضاً

۲۲۱۔ ایضاً ' بخاری د ' کتاب الجہاد ' باب الشجاعۃ فی الحرب ' ۳/۲۰۹ حضرت انس کے الفاظ ہیں۔ کان النبی احسن الناس واشجع الناس واجود الناس یعنی آپ سب سے زیادہ حسین ' سب سے زیادہ بہادر اور سب سے زیادہ سخی تھے۔

۲۲۲۔ بخاری د ' کتاب الجہاد ' باب الشجاعۃ فی الحرب ' ۳/۲۰۹

۲۲۳۔ ترمذی ت ' کتاب الجہاد ' باب ماجاء فی الخروج عند الفزع ' ۴/۱۹۹

۲۲۴۔ سیرۃ ' ۳/۶۸

۲۲۵۔ بخاری د ' کتاب المغازی ' غزوۃ ذات الرقاع ' ۵/۵۳ ' ۵۴

۲۲۶۔ سیرۃ ' ۱/۲۸۵

۲۲۷۔ الشعراء / ۱۹۲ - ۱۹۳

۲۲۸۔ الشعراء / ۱۷۴

۲۲۹۔ الاحزاب / ۲۷

۲۳۰۔ سیرۃ ' ۲/۱۳۹

۲۳۱۔ طبقات ' ۱/۱۳۶ ' سیرۃ ' ۱/۲۰۹

۲۳۲۔ مسند ' ۶/۲۶۹

۲۳۳۔ ابو داؤد ح ' کتاب البیوع ' باب تضمین العاریۃ ' ۳/۸۲۳ - ۸۲۴

۲۳۴۔ ترمذی ت ' کتاب الاحکام ' باب ماجاء فیمن یکسر لہ الشی ' ۳/۶۴۱

۲۳۵۔ ترمذی ت ' کتاب البیوع ' باب استقراض البعیر ' ۳/۶۰۹

۲۳۶۔ ابو داؤد ح ' کتاب الادب ' باب فی کراہیۃ المراء ' ۵/۱۷۰ ابن ماجہ ' کتاب التجارات ' باب الشرکۃ والمضاربۃ ' ۲/۷۶۸

۲۳۷۔ دار قطنی ' کتاب البیوع ' ۳/۳۵

۲۳۸۔ المفردات ' (باب العین) / ۳۲۵

۲۳۹۔ کتاب الاسماء ' ۱/۱۳۱

۲۴۰۔ الغافر / ۲۰

۲۴۱۔ الاحزاب / ۴

۲۴۲۔ الانعام / ۱۱۵

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۴۳۔ النحل/ ۹۰

۲۴۴۔ المائدۃ/ ۸

۲۴۵۔ ابن کثیر' السیرۃ النبویۃ' ۴/ ۴۵۷

۲۴۶۔ ابو داؤد ح' کتاب الخراج' ۳/ ۴۴۸

۲۴۷۔ ترمذی ت' کتاب الحدود' باب ماجاء فی کراہیۃ ان یشفع فی الحدود ۴/ ۳۸'
ابن ماجہ' کتاب الحدود' باب الشفاعۃ فی الحدود' ۲/ ۸۵۱

۲۴۸۔ بخاری د' کتاب الدیات' باب ماجاء فی القسامۃ' ۴/ ۳۰' ترمذی ت'
کتاب الدیات ماجاء فی القسامۃ' ۴/ ۳۰' سیرۃ' ۳/ ۳۶۹۔ ۳۷۰

۲۴۹۔ دار قطنی' کتاب البیوع' ۳/ ۴۵

۲۵۰۔ الیل/ ۵۔ ۷

۲۵۱۔ الیل/ ۱۷۔ ۲۱

۲۵۲۔ الھمزۃ/ ۱۔ ۳

۲۵۳۔ الفجر/ ۲۰

۲۵۴۔ ال عمران/ ۹۲

۲۵۵۔ بخاری د' باب بدء الوحی' ۱/ ۴

۲۵۶۔ مسند' ۶/ ۲۹۳' بخاری د' کتاب فرض الخمس' باب قول اللہ تعالیٰ "فان للہ
خمسہ" ۴/ ۴۹ بخاریؒ نے تھوڑے اختلاف کے ساتھ نقل کیا ہے۔

۲۵۷۔ مسند' ۶/ ۲۹۳

۲۵۸۔ ابو داؤد ح' کتاب الخراج والفئ' باب الامام یقبل ہدایا المشرکین' ۳/ ۴۴۱

۲۵۹۔ بخاری د' کتاب الصلوۃ' باب نوم الرجل فی الصلوۃ' ۲/ ۶۴

۲۶۰۔ بخاری د' کتاب المغازی' ما اقطع النبیؐ من البحرین' ۴/ ۶۵

۲۶۱۔ مسلم د' کتاب الفضائل' باب ما سئل رسول اللہ شیئا قط' ۷/ ۷۴

۲۶۲۔ بخاری د' کتاب الادب' باب حسن الخلق' ۷/ ۸۲' مسلم د' کتاب
الفضائل' باب کان رسول اللہؐ احسن الناس' ۷/ ۷۴

۲۶۳۔ بخاری د' کتاب الزکاۃ' باب الاستعفاف عن المسئلۃ' ۲/ ۱۳۹

۲۶۴۔ بخاری د' کتاب الاذان' باب الکلام اذا اقیمت الصلوۃ' ۱/ ۱۵۸

۲۶۵۔ بخاری د' کتاب الکفالۃ' باب الدین' ۳/ ۶۰' ابن ماجہ' کتاب الصدقات'
باب من ترک دینا اوضیاعا فعلی اللہ' ۲/ ۸۰۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۶۶۔ ترمذی ت' کتاب البر' باب ماجاء فی البخیل' ۳۴۴/۴' ابو داؤد ح' کتاب الادب' باب فی حسن العشرۃ' ۱۴۴/۵

۲۶۷۔ بخاری د' کتاب بدء الخلق' باب مناقب انصار' ۲۲۲/۴ ۔ ۲۲۳

۲۶۸۔ الحشر/۹

۲۶۹۔ بخاری د' کتاب الادب' باب حسن الخلق' ۸۲/۷

۲۷۰۔ مسند' ۲۹۷/۶

۲۷۱۔ بخاری د' کتاب الجہاد' باب الدلیل ان الخمس ...'۴۸/۶' مسند' ۱۰۶/۱' طبقات' ۵۲/۸

۲۷۲۔ مسند' ۳۹۷/۶

۲۷۳۔ زرقانی' ذکر السیوف

۲۷۴۔ مسند' ۳۹۷/۶

۲۷۵۔ مسند' ۲۹۷/۶' ۳۹۷

۲۷۶۔ مسلم د' کتاب الاشربۃ' باب اکرام الضیف و فضل ایثارہ' ۱۳۰/۶

۲۷۷۔ مسند' ۳۹۷/۶

۲۷۸۔ ترمذی ت' کتاب الاطعمۃ' باب ان المومن یاکل فی معی واحد' ۲۶۷/۴

۲۷۹۔ الرعد/۳۱

۲۸۰۔ البقرہ/۸۰' ال عمران /۱۹۴' الحج /۴۷' الروم /۶

۲۸۱۔ التوبۃ /۱۱۱

۲۸۲۔ المومنون /۸ ' المعارج/۳۲

۲۸۳۔ النحل /۹۱

۲۸۴۔ المائدۃ/۱

۲۸۵۔ بخاری د' کتاب الادب' باب حسن العہد من الایمان' ۷۶/۷

۲۸۶۔ ایضاً

۲۸۷۔ مسند' ۱۳۵/۳' ۱۵۴ ' ۲۱۰

۲۸۸۔ بخاری د' باب بدء الوحی' ۶/۱

۲۸۹۔ بخاری د' کتاب المغازی' باب غزوۃ احد' ۳۷/۵

۲۹۰۔ سیرۃ ' ۶۰/۴

۲۹۱۔ ابو داؤد ح' کتاب الجہاد' باب فی الامام یستجن بہ فی العہود' ۱۸۸/۳

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۲۹۲۔ مسلم د' کتاب الجہاد' باب الوفاء بالعہد' ۵/۱۷۶۔۱۷۷

۲۹۳۔ بخاری د' کتاب الشروط' باب الشروط فی الجہاد والمصالحۃ مع اہل الحرب' ۳/۱۸۱۔۱۸۲

۲۹۴۔ ابو داؤد ح' کتاب الادب' باب فی العدۃ' ۵/۲۶۸۔۲۶۹

۲۹۵۔ المعجم/۴۶۶' ۵۰۱' ۵۰۲

۲۹۶۔ ایضاً/۵۰۱۔۵۰۲

۲۹۷۔ الشوریٰ/۳۴

۲۹۸۔ الشوریٰ/۲۵

۲۹۹۔ طٰہٰ/۸۲

۳۰۰۔ الاعراف/۱۹۷۔۱۹۸

۳۰۱۔ المومنون/۹۶

۳۰۲۔ النور/۲۲

۳۰۳۔ ابو داؤد ح' کتاب الادب' باب فی الحلم والخلق النبیؐ' ۵/۱۳۲۔۱۳۳

۳۰۴۔ بخاری د' کتاب المغازی' باب فتح مکہ' ۵/۸۹' سیرۃ ۴/۴۰۔۴۱

۳۰۵۔ بخاری د' کتاب التفسیر' ۶/۶۰' ترمذی ت' کتاب تفسیر القرآن' ۵/۴۱۰

۳۰۶۔ بخاری د' کتاب المغازی' غزوۃ الطائف' ۵/۱۰۶

۳۰۷۔ ایضاً

۳۰۸۔ ایضاً

۳۰۹۔ بخاری د' کتاب الادب' باب قول رسول اللہ یسروا ولا تعسروا' ۷/۱۰۱

۳۱۰۔ سیرۃ' ۲/۱۲۴۔۱۲۷

۳۱۱۔ ایضاً' ۴/۵۵

۳۱۲۔ بخاری د' کتاب بدء الخلق' باب الحجۃ' ۴/۲۵۷' الاصابۃ' ۸/۲' سیرۃ' ۲/۱۳۳

۳۱۳۔ سیرۃ' ۲/۱۳۵' الاصابۃ' ۱۸/۲

۳۱۴۔ بخاری د' کتاب المغازی' باب غزوۃ ذات الرقاع' ۵/۵۳۔۵۴

۳۱۵۔ ترمذی ت' کتاب التفسیر' تفسیر سورۃ الفتح' ۵/۳۸۶

۳۱۶۔ الفتح/۲۴

۳۱۷۔ بخاری د' کتاب المغازی' باب الشاۃ التی سمت للنبیؐ' ۵/۸۴' سیرۃ ۳/

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۵۲ ـ ۳۵۳

۳۱۸۔ سیرۃ ۳/۳۵۳

۳۱۹۔ ایضاً

۳۲۰۔ جناب سعد بن عبادہؓ نے کہا تھا "الیوم یوم الملحمۃ" یعنی آج جنگ و قتل کا دن ہے بخاری د' کتاب المغازی' باب غزوۃ الفتح' ۹۱/۵

۳۲۱۔ سیرۃ' ۵۵/۴

۳۲۲۔ موطا' کتاب النکاح' باب نکاح المشرک' ۵۴۵/۱' سیرۃ' ۶۱/۴

۳۲۳۔ ترمذی ت' کتاب الاستذان' باب ماجاء فی مرحبا' ۷۸/۵

۳۲۴۔ بخاری د' کتاب بدء الخلق' ذکر ھند' ۲۳۲/۴

۳۲۵۔ بخاری د' کتاب المغازی' قتل حمزہ' ۳۷/۵

۳۲۶۔ بخاری د' کتاب المغازی' باب این رکز النبی الرایۃ' ۹۱/۵' مسلم د' کتاب الجہاد باب فتح مکۃ' ۱۷۱/۵

۳۲۷۔ الاصابہ' ذکر' ہبار بن الاسود' ۵۶۶/۳

۳۲۸۔ الحشر/۲۲

۳۲۹۔ الاعراف/۱۵۶

۳۳۰۔ غافر/۷

۳۳۱۔ التوبہ/۱۲۸

۳۳۲۔ الانبیاء/۱۰۷

۳۳۳۔ بخاری د' کتاب التوحید' باب قول اللہ "ادعوا اللہ" ۱۶۵/۸

۳۳۴۔ ابو داؤد ح' کتاب الادب' باب الرحمۃ' ۲۳۱/۵' ترمذی ت' کتاب البر' باب ماجاء فی رحمۃ المسلمین' ۳۲۴/۴ ـ ۳۲۵

۳۳۵۔ بخاری د' کتاب الادب' باب عقوق الوالدین' ۷۰/۷

۳۳۶۔ مسلم د' کتاب البروالصلۃ' باب فضل الاحسان الی البنات' ۳۸/۸ ـ ۳۹

۳۳۷۔ ابو داؤد ح' کتاب الجہاد' باب فی قتل النساء' ۱۲۱/۳

۳۳۸۔ ایضاً' ابن ماجہ کی روایت میں "ماکانت ھذہ تقاتل فیمن یقاتل" کے الفاظ ہیں ابن ماجہ' کتاب الجہاد' باب الغارۃ والبیات' ۹۴۸/۲

۳۳۹۔ ابو داؤد ح' کتاب الجہاد' باب قتل النساء' ۱۲۲/۳' ابن ماجہ' کتاب الجہاد' باب الغارۃ والبیات' ۹۴۸/۲' بخاری د' میں کتاب الجہاد' باب قتل النساء فی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الحرب کا باب باندھا ہے جس میں عورتوں کو جنگ میں قتل کرنے سے منع کیا گیا ہے' ۴/۲۲

۳۴۰۔ بخاری د' کتاب النکاح' باب موعظۃ الرجل ابنتہ لحال زوجھا' ۶/۱۴۸

۳۴۱۔ بخاری د' کتاب الادب' باب المعاریض مندوحۃ' ۷/۱۲۱

۳۴۲۔ ایضاً' مسلم د' کتاب الفضائل' باب رحمتہ النساء' ۷/۷۸

۳۴۳۔ المجادلہ/۱

۳۴۴۔ ابن ماجہ' کتاب الطلاق' باب الظہار' ۱/۶۶۶

۳۴۵۔ الاستیعاب' ۴/۲۸۲

۳۴۶۔ بخاری د' کتاب الطلاق' باب الخلع' ۶/۱۷۰

۳۴۷۔ ابن ماجہ' کتاب الطلاق' باب المختلعۃ تاخذ ما اعطاھا' ۱/۶۶۳

۳۴۸۔ بخاری د' کتاب الطلاق' باب من اجاز طلاق الثلاث' ۶/۱۶۵' ابن ماجہ' کتاب النکاح' باب الرجل -طلق امراتہ ثلاثا' ۱/۶۲۱' ترمذی ت' کتاب النکاح' باب فیمن -طلق امراتہ ثلاثا ۳/۴۲۶

۳۴۹۔ بخاری د' کتاب الادب' باب رحمتہ الولد و تقبیلہ' ۷/۷۵

۳۵۰۔ ایضاً' مسلم' کتاب الفضائل' باب رحمتہ الصبیان والعیال' ۷/۷۷

۳۵۱۔ بخاری د' کتاب الاذان' باب من اخف الصلوۃ عند بکاء' ۱/۶۵

۳۵۲۔ مسند' ۳/۴۳۵

۳۵۳۔ مسلم م' کتاب الفضائل' باب طیب رائحتہ النبی' ۷/۸۱

۳۵۴۔ بخاری د' کتاب الجہاد' باب قتل الصبیان فی الحرب' ۴/۲۱

۳۵۵۔ بخاری د' کتاب الجہاد' باب من تکلم بالفارسیتہ' ۴/۳۶

۳۵۶۔ بخاری د' کتاب الادب' باب وضع الصبی علی الفخذ' ۷/۷۶

۳۵۷۔ ترمذی ت' کتاب البر' باب ماجاء فی رحمتہ الصبیان ۴/۳۲۲' ابو داؤد ح' کتاب الادب' باب فی الرحمتہ' ۵/۲۳۳

۳۵۸۔ بخاری د' کتاب الادب' باب رحمتہ الناس بالبھائم' ۷/۷۷

۳۵۹۔ سیرۃ' ۱/۳۶۵

۳۶۰۔ مسلم د' کتاب الالفاظ' باب حکم اطلاق لفظتہ العبد والامتہ والمولی والسید' ۷/۴۶

۳۶۱۔ ایضاً' ابو داؤد ح' کتاب الادب' باب لایقول المملوک ربی وربتی' ۵/۲۵۶

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

۳۶۲۔ ابو داؤد ح' کتاب الادب' باب حق المملوک' ۵/۳۶۱

۳۶۳۔ ایضاً' ۵/۳۶۴

۳۶۴۔ الانبیاء /۴۷

۳۶۵۔ مسند' ۶/۲۸۰

۳۶۶۔ ابن ماجہ' کتاب الطلاق' باب طلاق العبد' ۱/۶۷۲

۳۶۷۔ ابو داؤد ح' کتاب الادب' باب حق المملوک' ۵/۳۶۳' ترمذی ت' کتاب البر' باب العفو عن الخادم' ۴/۳۳۶

۳۶۸۔ ابو داؤد ح' کتاب الادب' باب حق المملوک' ۵/۳۵۹' ترمذی ت' کتاب البر' باب ماجاء فی الاحسان الی الخدم' ۴/۳۳۴' بخاری و میں اس مفہوم کو کتاب الایمان' باب المعاصی من امر الجاہلیۃ' ۱/۱۳' کتاب العتق' باب العبید اخوانکم ۳/۱۲۳ پر بیان کیا گیا ہے۔

۳۶۹۔ ابو داؤد ح' کتاب الادب' باب فی حق المملوک' ۵/۳۶۰

۳۷۰۔ ابو داؤد ح' کتاب الجہاد' باب فی عبید المشرکین یلحقون بالمسلمین' ۳/۱۴۸' مسند' ۱/۲۴۳

۳۷۱۔ ابن ماجہ' کتاب العتق' باب العتق' ۲/۸۴۳

۳۷۲۔ ابو داؤد ح' کتاب العتق' باب ای الرقاب افضل' ۴/۳۷۵

۳۷۳۔ ابو داؤد ح' کتاب الخراج و الفیٔ' باب قسمۃ الفیٔ' ۳/۳۵۸

۳۷۴۔ کتاب الحملۃ'

۳۷۵۔ بخاری د' کتاب الجہاد' باب ماقیل فی الجرس' ۴/۱۸' مسلم د' کتاب اللباس' باب کراہۃ قلادۃ الوتر' ۶/۱۶۳

۳۷۶۔ مسلم د' کتاب اللباس' باب کراہۃ قلادۃ' ۶/۱۶۳

۳۷۷۔ ایضاً' ابو داؤد ح' کتاب الجہاد' باب النہی عن الوسم فی الوجہ' ۳/۵۷

۳۷۸۔ ابو داؤد ح' کتاب الجہاد' باب فی کراہیۃ جز نواصی الخیل واذنابھا' ۳/۴۷

۳۷۹۔ ایضاً' باب فی التحریش بین البہائم' ۳/۵۶' ترمذی ت' کتاب الجہاد' باب کراہیۃ التحریش ۴/۲۱۰

۳۸۰۔ ابو داؤد ح' کتاب الجہاد' باب الوقوف علی الدابۃ' ۳/۶۰

۳۸۱۔ ابو داؤد ح' کتاب الصید' باب فی صید قطع منہ قطعۃ' ۳/۲۷۷' ترمذی ت' کتاب الاطعمۃ' باب ماقطع من الحی فھو میت' ۴/۷۴' ابن ماجہ' کتاب الصید'

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باب ماقطع' ۲/۱۰۷۲

۳۸۳۔ ترمذی ت' کتاب الاطعمۃ' باب ماجاء فی کراھیۃ اکل المصبورۃ ' ۴/۷۲' ترمذی ت' کتاب الصید' ۶/۷۳

۳۸۴۔ مسلم د' کتاب الصید' باب النھی عن صبر البھائم' ۶/۷۲

۳۸۵۔ ابو داؤد ح' کتاب الجہاد' باب کراہیۃ حرق العدو بالنار' ۳/۱۲۶

۳۸۶۔ ابو داؤد ح' کتاب الجنائز' باب الامراض المکفرۃ' ۳/۴۶۹

۳۸۷۔ ابو داؤد ح' کتاب الجھاد' باب مایومر بہ من القیام علی الدواب والبھائم' ۳/۴۹

۳۸۸۔ ایضا ' ۳/۵۰

۳۸۹۔ ایضا' ۳/۵۱' بخاری د' کتاب الادب' باب رحمۃ الناس بالبھائم' ۷/۷۷' مسلم د' کتاب السلام' باب فضل ساقی البھائم' ۷/۴۴

۳۹۰۔ مسلم د' کتاب السلام' باب تحریم تعذیب الھرۃ' ۷/۴۴

۳۹۱۔ مسلم د' کتاب الصید' باب الامر باحسان الذبح والقتل' ۶/۷۲' ترمذی ت' کتاب الدیات' باب ماجاء فی النھی عن المثلۃ' ۴/۲۳' ابن ماجہ' کتاب الذبائح' باب اذا ذبحتم فاحسنوا الذبح' ۲/۱۰۵۸

۳۹۲۔ ابن ماجہ' کتاب الذبائح' باب اذا ذبحتم فاحسنوا الذبح' ۲/۱۰۵۹

۳۹۳۔ ایضاً

۳۹۴۔ ابو داؤد ح' کتاب الجہاد' باب فی دعاء المشرکین' ۳/۸۶

۳۹۵۔ البقرہ/۱۹۵

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مراجع و مصادر

القرآن الحکیم

ابن حجر العسقلانی	الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ، قاہرہ، ۱۳۲۳ھ
ابن سعد	الطبقات الکبیر، بیروت، ۱۹۵۷ء
ابن عبدالبر	الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، قاہرہ، ۱۳۵۸ھ
ابن ماجہ، محمد بن یزید القزوینی	السنن، تحقیق محمد فواد عبدالباقی، المکتبۃ العلمیۃ، بیروت (ت - ن)
ابن کثیر	السیرۃ النبویۃ، بیروت ۱۹۷۸ء
ابن منظور الافریقی	لسان العرب، بیروت، ۱۹۵۲ء
ابن ہشام	السیرۃ النبویۃ، تحقیق مصطفیٰ السقا، احیاء التراث العربی، لبنان - بیروت
ابو داؤد، سلیمان بن الاشعث	السنن، تحقیق عزت عبید الدعاس، حمص، ۱۹۶۹ء نیز مطبعۃ السعادۃ، مصر۔
احمد بن حنبل	المسند، دارالمعارف، مصر، ۱۹۴۶ء
بخاری، محمد بن اسماعیل	الجامع الصحیح، دارالفکر بیروت نیز مطبع مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر
الترمذی محمد بن عیسیٰ	الجامع الصحیح، تحقیق احمد محمد شاکر، دار احیاء التراث العربی نیز مطبع منیریہ، مصر ۱۹۳۱ء
ایضاً	الشمائل، مکتبہ، رحمانیہ، اردو بازار - لاہور
حاکم، محمد بن عبداللہ	المستدرک، دارالمعارف، حیدر آباد دکن ۱۳۳۴ھ
خطیب تبریزی	مشکوٰۃ المصابیح، منشورات المکتب الاسلامی - دمشق ۱۳۸۰/ ۱۹۶۱ء
دار قطنی	السنن، مدینہ منورہ، ۱۳۸۵ھ/۱۹۶۶ء
دارمی عبداللہ بن عبدالرحمٰن	السنن، مطبع الاعتدال، دمشق، ۱۳۴۹ھ
شاہ ولی اللہ	حجۃ اللہ البالغہ، دارالکتاب الحدیثیہ، قاہرہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علی المتقی الھندی — کنز العمال، دار المعارف، مصر، حیدر آباد

الغزالی، محمد بن محمد — احیاء علوم الدین، مطبعہ مصطفیٰ البابی الحلبی، مصر، ۱۳۵۸ھ/۱۹۳۹ء

ا۔ ی۔ ونسنک — المعجم المفہرس لالفاظ الحدیث النبوی

مالک بن انس — الموطا، تحقیق محمد فواد عبدالباقی، دار احیاء الکتب العربیۃ قاہرہ ۱۹۵۱ء

مسلم بن الحجاج — الجامع الصحیح، دار الفکر بیروت، نیز مصر، ۱۳۳۴ھ

ندوی، سید سلیمان — سیرۃ النبی، اعظم گڑھ، ۱۳۳۲ھ

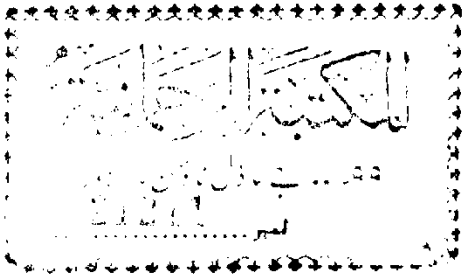

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

مُصنّف کی دیگر تصانیف

- انسانِ کامل
- حفاظتِ حدیث
- اسلام کا معاشرتی نظام
- اقبال اور احیاءِ دین
- برطانیہ کی مسلم کمیونٹی اور اس کے مسائل
- حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہمارے تعلق کے تقاضے
- رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
- اقامتِ صلوٰۃ
- مسلمانوں کی اجتماعی زندگی میں مسجد کا کردار
- روزہ حدیث کی روشنی میں
- علومِ حدیث ——— زیرِ طبع
- شرح حدیث اربعین نووی ——— زیرِ طبع
- برصغیر میں مسلمانوں کا نظامِ تعلیم ——— زیرِ ترتیب
- دعوتِ اسلامی ——— زیرِ ترتیب

پیغمبرانہ دعائیں

ادارۂ ادبِ اسلامی لاہور